



ISSN-0971-5711

2001 87 اپریل

نئی ممی

Rs.15



نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے.....

- ☆ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے اور اس فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی آخرت میں جواب دہی کا باعث ہوگی۔ اس لیے مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس پر عمل کرے۔
- ☆ حصول علم کا بنیادی مقصد انسان کی سیرت و کردار کی تشکیل، اللہ کی عبادت اور مخلوق کی خدمت ہے۔ معیشت کا حصول ایک ضمنی بات ہے۔
- ☆ اسلام میں دینی علم اور دنیاوی علم کی کوئی تقسیم نہیں ہے۔ ہر وہ علم جو مذکورہ مقاصد کو پورا کرے، اس کا اختیار کرنا لازمی ہے۔
- ☆ مسلمانوں کے لیے لازم ہے کہ وہ دینی اور عصری تعلیم میں تفریق کے بغیر ہر مفید علم کو ممکن حد تک حاصل کریں۔
- ☆ انگریزی اسکولوں میں تعلیم پانے والے بچوں کی دینی تعلیم کا انتظام گھروں پر، مسجد یا خود اسکول میں کریں۔ اسی طرح دینی درسگاہوں میں پڑھنے والے بچوں کو جدید علوم سے واقف کرانے کا انتظام کریں۔
- ☆ مسلمانوں کے جس محلہ میں مسجد، مکتب، مدرسہ یا اسکول نہیں ہے، وہاں اس کے قیام کی کوشش ہونی چاہئے۔
- ☆ مسجدوں کو اقامت صلوٰۃ کے ساتھ ابتدائی تعلیم کا مرکز بنایا جائے۔ ناظرہ قرآن کے ساتھ دینی تعلیم، اردو اور حساب کی تعلیم دی جائے۔

- ☆ والدین کے لیے ضروری ہے کہ وہ پیرے کے لالچ میں اپنے بچوں کو تعلیم سے پہلے کام پر نہ لگائیں، ایسا کرنا ان کے ساتھ ظلم ہے۔
- ☆ جگہ جگہ تعلیم بالغاں کے مراکز قائم کیے جائیں اور عمومی خواندگی کی تحریک چلائی جائے۔
- ☆ جن آبادیوں میں یا ان کے قریب اسکول نہ ہو وہاں حکومت کے دفاتر سے اسکول کھولنے کا مطالبہ کیا جائے۔

منابع و انتہ:

- 1- مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب (لکھنؤ) 2- مولانا سید کلب صادق صاحب (لکھنؤ) 3- مولانا ضیاء الدین اصلاحی صاحب (اعظم گڑھ) 4- مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صاحب (پھولاری شریف) 5- مفتی منظور احمد صاحب (کانپور) 6- مفتی محبوب اشرفی صاحب (کانپور) 7- مولانا محمد سالم قاسمی صاحب (دیوبند) 8- مولانا مرغوب الرحمن صاحب (دیوبند) 9- مولانا عبد اللہ ابراروی صاحب (میرٹھ) 10- مولانا محمد سعید عالم قاسمی صاحب (علی گڑھ) 11- مولانا مجیب اللہ ندوی صاحب (اعظم گڑھ) 12- مولانا کاظم نقوی صاحب (لکھنؤ) 13- مولانا مقتدر احسن ازہری صاحب (بنارس) 14- مولانا محمد رفیق قاسمی صاحب (دہلی) 15- مفتی محمد ظفر الدین صاحب (دیوبند) 16- مولانا توصیف رضا صاحب (بریلی) 17- مولانا محمد صدیق صاحب (بہنورا) 18- مولانا نظام الدین صاحب (پھولاری شریف) 19- مولانا سید جلال الدین عمری صاحب (علی گڑھ) 20- مفتی محمد عبد القیوم صاحب (علی گڑھ)

ہم مسلمانان ہند سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ مذکورہ تجاویز پر اخلاص، تنظیم اور محنت کے ساتھ عمل پیرا ہوں اور ہر اس لادوسے، فرد اور انجمن سے تعاون کریں جو مسلمانوں میں مکمل تعلیم کے فروغ اور ان کی فلاح کی کوشش کر رہے ہیں۔

ہندوستان کا پہلا سائنسی اور معلوماتی ماہنامہ
انجمن فروغ سائنس کے نظریات کا ترجمان

سائنس

اردو ماہنامہ

نئی دہلی

87

ترتیب

- اداریہ _____ 2
- ڈائجسٹ _____ 3
- دنیا اسلام _____ ڈاکٹر اقتدار فاروقی _____ 3
- نئی می _____ ڈاکٹر اعظم شاہ خاں _____ 14
- مظاہر کائنات _____ ڈاکٹر عبدالباری _____ 18
- کیا یہ اپریل زراعت کے لئے _____
- سیاہ ہوگی _____ ڈاکٹر عبید الرحمن _____ 21
- کیا موبائل خطرناک ہے؟ _____ ڈاکٹر عبدالعزیز شمس _____ 26
- مائیکرین _____ ڈاکٹر راحت حسن _____ 31
- بلیک ہول _____ ڈاکٹر مظفر الدین فاروقی _____ 33
- لائٹ ہاؤس _____ 37
- کوئی شارٹ کٹ _____ مبارک کا پڑی _____ 37
- ٹیکٹن _____ گوہر اسلام _____ 39
- بجلی _____ ذاکر حسین شاہ _____ 41
- پرنڈہ کوئز _____ عبدالودود انصاری _____ 44
- الجہ گئے _____ آفتاب احمد _____ 46
- سائنس کلب _____ ادارہ _____ 47
- سوال جواب _____ ادارہ _____ 49
- پیش رفت _____ لہمیدہ _____ 52

جلد نمبر (8) اپریل 2001 شملوہ نمبر (4)

ایڈیٹر: ڈاکٹر محمد اسلم پرویز

مجلس ادارت: مجلس مشاورت:

پروفیسر آل احمد سرور
ڈاکٹر محسن الاسلام فاروقی
عبداللہ دلی بخش قادری
ڈاکٹر شعیب عبداللہ
مبارک کا پڑی (مہاراشٹر)
عبدالودود انصاری (سرگرمی)
آفتاب احمد
ڈاکٹر عبدالعزیز (کراچی)
ڈاکٹر عابد معز (ریاض)
سید شاہد علی (لندن)
ڈاکٹر مظفر الدین فاروقی (امریکہ)
ڈاکٹر مسعود اختر (امریکہ)
جناب امتیاز صدیقی (جدہ)

سرکولیشن انچارج: محمد خیر اللہ (ملک) سرورق: جاوید اشرف

قیمت فی شمارہ 15 روپے	برائے غیر ممالک:
5 ریال (سعودی)	(ہوائی ڈاک سے)
5 روپہ (پاکستان)	80 ریال (دوریم)
2 ڈالر (امریکہ)	24 ڈالر (امریکہ)
1 پاؤنڈ	12 پاؤنڈ
ممالک: (سادہ ڈاک سے)	اعانت نامہ:
150 روپے (افغانی)	2000 روپے
160 روپے (اندلس)	360 ڈالر (امریکہ)
360 روپے (بڈیورنٹری)	200 پاؤنڈ

فون رٹیکس: 4366-892 (رات 10 بجے صرف)

ای میل پتہ: pervaiz@ndf.vsnl.net.in

خط و کتابت: 665/12 ڈاک ٹکٹ نئی دہلی-110026

اس انجمن میں کتب خانہ کا مطلب ہے کہ آپ کا روزانہ شتم ہو گیا ہے

سماج میں مقبول ہوتی جا رہی ہے۔ شاعری اور غزل گوئی نے اردو کو اس ملک میں نئی زندگی عطا کی ہے اگرچہ اس نئے جنم میں اس کی حیثیت ایک درباری گائیکہ کی سی لگتی ہے جس کا کام فقط لوگوں کو تفریح اور ذہنی آسودگی مہیا کرنا رہ گیا ہے۔

یہاں ایک اہم سوال یہ ہے کہ اگر اردو کا ہماری مذہبی اور تہذیبی شناخت کو قائم رکھنے میں ایک اہم حصہ ہے اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے، تو پھر رفتہ رفتہ مسلم سماج اردو سے دور کیوں ہوتا جا رہا ہے یا کیا جا رہا ہے؟ دونوں صورتیں قابل غور و فکر ہیں۔ اگر اس طرح مسلم دشمن طاقتیں ہماری مذہبی اور تہذیبی شناخت کو کمزور اور دھندلا کر ناچاہتی ہیں تو ہمیں مزید شد و مد سے اس سرمایہ کی حفاظت کرنا چاہئے۔ تاہم جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس کے برخلاف ہے۔ ہم رفتہ رفتہ اردو سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ ہماری نئی نسل کی اکثریت اردو سے نااہل ہے۔ اس اجتماعی خودکشی کے لیے ہم نے مختلف عذر تیار کر لیے ہیں جن میں سب سے مضبوط، اردو کا روٹی روزی سے تعلق نہ ہونا ہے۔ مزید افسوس اس بات پر ہے کہ ہمارے رہنما، قائد، عالم اور ذی فہم حضرات اردو کو زندہ کرنے اور رکھنے کے لیے اس کا رشتہ روٹی روزی سے جوڑنا چاہتے ہیں۔ اگر کوئی اردو کی مدد سے روزی پائے تو کوئی برائی نہیں لیکن اگر کوئی اردو تعلیم حاصل کرنے کے لیے شرط روزگاری رکھے تو یہ اس غلطی کی تجدید ہوگی جو چند صدی قبل ہم نے علم کو روٹی روزی سے جوڑ کر کی تھی۔ ایک وقت وہ تھاجب علم، ذہنی کشادگی اور شخصیت کو نکھارنے، فکر و تدبیر کی صلاحیتیں بیدار کرنے کے لیے حاصل کیا جاتا تھا۔ یہی وہ دور تھا جب علمی میدانوں میں قد آور شخصیات نظر آتی تھیں۔ آج علم کو روزی روٹی کا ذریعہ اور آمدنی کا وسیلہ بنالیا گیا ہے تو علم کے میدان میں ملٹی میڈیا کمپنیاں اور ان کے ایجنٹ نظر آتے ہیں، عالم نابید ہو گئے، علم کی چاہ اور جستجو ختم ہو گئی۔ (باقی صفحہ 54 پر)

اگر آپ کسی سمندری جہاز یا اسٹیمر میں سفر کر رہے ہوں اور سمندر پر سکون ہو، راستہ واضح ہو، مطلع صاف ہو تو جہاز راں بھی مطمئن ہوتا ہے اور آپ بھی۔ تاہم اگر آپ کو طوفان گھیر لے تو جہاز راں بھی پوری طرح چوکس ہو کر جی جان سے سفینے کو بچانے کی کوشش میں لگ جاتا ہے اور مسافر بھی ہر صورت حال سے مقابلے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ جس طرح راہ سفر میں پیش آنے والی مشکلات کا یہ اصول ہر قسم کے سفر کے لیے صادق ہے، چاہے وہ ہوائی سفر ہو یا زمینی۔ اسی طرح اس کا اطلاق ہمارے سفر زندگی پر بھی ہوتا ہے۔ اگر انسان میں شعور ہو تو وہ ناموافق حالات میں مزید چوکس، باخبر اور مقابلے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ اس حقیقت سے اس وقت شاید ہی کوئی باہوش اور باخبر شخص انکار کرے گا کہ اس وقت ہم سب بحیثیت ایک قوم یا ملت، زبردست مشکلات اور خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔ ان خطرات نے اس وقت ہمارے مذہب، ہماری تہذیب اور ہماری اکثریت سے وابستہ زبان، یعنی اردو کو ہر طرف سے گھیر لیا ہے۔ سردست میں آپ کی توجہ اردو کی طرف مبذول کرانا چاہوں گا۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اردو محض مسلمانوں کی زبان نہ تھی اور نہ ہے۔ تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ اس برصغیر میں آج بھی مسلمانوں کی اکثریت اردو کا استعمال کرتی ہے اور اس برصغیر کے مسلمانوں کے علمی، مذہبی اور ثقافتی سرمائے کا بڑا حصہ اردو کی پیشاد اور ”پیش قیمت“ کتابوں میں دفن ہے۔ دوسری حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی دور کی حکومت نے نہ تو اردو تعلیم پر پابندی عائد کی ہے اور نہ اسے غیر قانونی، غیر آئینی یا ملکی مفاد کے متافی قرار دیا ہے۔ تیسری حقیقت یہ ہے کہ دن بہ دن اردو غیر مسلم



ڈائجسٹ دنیائے اسلام کی علمی و معاشی پستی

ڈاکٹر افتخار فاروقی

نوے فیصد سے زیادہ ہے اور تقریباً پندرہ ممالک تو ایسے ہیں جہاں خواندگی سو فیصد ہے۔ جبکہ مسلم دنیا میں خواندگی کا اوسط پچاس فیصد ہے اور ایک بھی ملک ایسا نہیں ہے جہاں خواندگی سو فیصد ہو۔ خواندہ آبادی میں ایسے افراد جنہوں نے اسکول یا کالج کی تعلیم حاصل نہیں کی ہے ان کا فیصد عیسائی دنیا میں دو ہے جبکہ مسلم دنیا میں پچاس فیصد خواندہ لوگوں نے اسکول کا رخ

نہیں کیا ہے۔ عیسائی دنیا میں خواندگی کے معنی کم از کم پرائمری سطح کی تعلیم کا حصول ہے جبکہ اسلامی ممالک میں ہر وہ شخص جو لکھنا پڑھنا جانتا ہے خواندہ کہلاتا ہے۔ چنانچہ اگر خواندگی کے عیسائی معیار کو ملحوظ رکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ درحقیقت عیسائی سماج میں

خواندگی نوے فیصد ہے اور مسلم معاشرہ میں یہ مشکل دس فیصد۔ عیسائی سماج میں تعلیم کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ عیسائی اکثریت کے ممالک میں نوے فیصد خواندہ لوگ سیکنڈری سطح کی تعلیم ضرور حاصل کرتے ہیں اور پندرہ فیصد سے چالیس فیصد لوگ اعلیٰ تعلیم پاتے ہیں۔ برخلاف اس کے اسلامی سماج میں اعلیٰ تعلیم دو سے سات فیصد خواندہ لوگوں تک محدود ہے۔ اعلیٰ تعلیم کا معیار بھی اسلامی ملکوں میں بہت کم ہے۔ اچھے معیار کی اعلیٰ تعلیم کے لیے مسلمان عیسائی ملکوں کا رخ کرتے ہیں اور وہاں تعلیم کے حصول کے لیے کثیر

کچھ عرصہ قبل کیمتھ ڈیوڈ (Kenneth David) نامی دانشور نے عالمی بینک (World Bank) کے ایک سروے (1980) کے مطابق اپنی تعینف The Cultural Environment of International Business میں جو تفصیلات دنیا کے مختلف مذہبی معاشروں (Religious Societies) کی علمی اور اقتصادی حالات پر پیش کی ہیں وہ نہایت اہم ہیں اور اسی کے

ساتھ ساتھ مسلمانوں کے لیے بڑی حد تک جبرت انگیز اور سبق آموز بھی ہیں۔ اس سروے میں عیسائی، بدھ، ہندو، یہودی، کیولٹ (غیر مذہبی) قبائلی مذہب اور اسلامی دنیا کی معاشی اور تعلیمی ترقی و پستی کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ عیسائی سماج

جہاں معاشی اور علمی اعتبار سے بلند تر مقام رکھتا ہے وہیں مسلم سماج بہ اعتبار تعلیم اور معاش پست ترین درجہ کا حامل ہے۔ عیسائی سماج کی اسی بلندی نے اس کو اسلامی دنیا پر مکمل غلبہ حاصل کرنے میں کامیابی دلائی ہے۔

زیر نظر مضمون میں اسلامی معاشرہ کا علمی اور معاشی حال بتایا گیا ہے اور اس کا موازنہ خاص طور سے عیسائی معاشرہ سے کیا گیا ہے۔

سروے کے مطابق کیمتھ بتاتا ہے کہ عیسائی سوسائٹی بہ اعتبار خواندگی دنیا میں اول درجہ رکھتی ہے یعنی وہاں Literacy

عیسائی سماج جہاں معاشی اور علمی اعتبار سے بلند تر مقام رکھتا ہے وہیں مسلم سماج بہ اعتبار تعلیم اور معاش پست ترین درجہ کا حامل ہے۔ عیسائی سماج کی اسی بلندی نے اس کو اسلامی دنیا پر مکمل غلبہ حاصل کرنے میں کامیابی دلائی ہے۔



اسلامی ملکیتیں ہیں اور باقی 8 غیر اسلامی (چین اور روس) سمیت اسلامی ممالک 250 بلین بیرل (25 Billion Barrel) تیل ہر سال پیدا کرتے ہیں۔ یہ کل پیداوار کا تقریباً 40 فی صد ہے۔ قدرت کے اس عظیم عطیہ اور نعمت کے باوجود مسلم دنیا عیسائی دنیا کے مقابل معاشی اعتبار سے کچھ بھی تو نہیں۔ (ملاحظہ ہو فہرست نمبر 1-2-3)۔ ان فہرستوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تیل پیدا کرنے والے مسلم ممالک 1980 عیسوی کے بعد اپنی آمدنی بڑھانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ جس کی اصل وجہ آپسی جنگیں اور رقابتیں تھیں۔ برخلاف اس کے یورپی ملکوں کی فی کس آمدنی بہت تیزی سے بڑھی۔

مثال کے طور پر سعودی عرب کی فی کس آمدنی 1980ء میں 7690 ڈالر سالانہ تھی جو 1996ء میں 37040 ڈالر ہو گئی۔ ایران، عراق اور لیبیا کی آمدنی ان 16 سالوں میں کم ہوئی۔ جبکہ جرمنی کی آمدنی 19580 ڈالر (1980ء) سے بڑھ کر 28870 ڈالر (1996ء) ہو گئی۔ اسی طرح برطانیہ، فرانس اور

ایچھے معیار کی اعلیٰ تعلیم کے لیے مسلمان عیسائی ملکوں کا رخ کرتے ہیں اور وہاں تعلیم کے حصول کے لیے کثیر رقم خرچ کرتے ہیں۔ یہ صورت حال اس دور سے مختلف ہے جب عہد وسطیٰ میں یورپ کے عیسائی اسلامی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنا قابل فخر سمجھتے تھے۔ اور حصول علم کے لیے اسلامی اسپین کا رخ کرتے تھے۔

آسٹریلیا وغیرہ کی معاشی حالت تین گنا بہتر ہو گئی۔ تیل پیدا کرنے والے مسلم ممالک کو کسی اقبال کی ضرورت ہے جو ان کو بتا سکے کہ ”نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے“ اور شاید مولانا ابوالکلام آزاد جیسے دانشور کی ضرورت ہے جو چیخ چیخ کر بتلائے ”غفلت اور سرشاری کی بہت سی راتیں بسر ہو چکی ہیں اب خدا کے لیے بستر ہوشی سے سر اٹھا کر دیکھئے کہ آفتاب کہاں تک پہنچ چکا ہے۔ آپ کے ہمسفر کہاں تک پہنچ گئے ہیں اور آپ کہاں پڑے ہوئے ہیں۔“

دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا کے تقریباً سبھی ممالک نے اپنی فوجی طاقت بڑھانی شروع کر دی۔ اس دوڑ میں اسلامی

رقم خرچ کرتے ہیں۔ یہ صورت حال اس دور سے مختلف ہے جب عہد وسطیٰ میں یورپ کے عیسائی اسلامی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنا قابل فخر سمجھتے تھے۔ اور حصول علم کے لیے اسلامی اسپین کا رخ کرتے تھے۔

تعلیم اور علم کا رشتہ معاشی ترقی سے براہ راست جڑا ہوتا ہے لہذا معاشی اعتبار سے مسلم دنیا میں غربت و افلاس کی حالت نہایت افسوسناک ہے۔ کیچھ کے سروے کے مطابق 130 کروڑ مسلم آبادی کے نصف حصہ میں (جو بہت غریب ممالک

کہلاتے ہیں) فی فرد اوسط قومی آمدنی (percapita G.N.P) 1980ء میں تقریباً 200 ڈالر سالانہ تھی جبکہ نسبتاً امیر اسلامی ممالک میں یہ اوسط ایک ہزار ڈالر تھا۔ اس کے مقابلہ میں عیسائی دنیا (کل آبادی 230 کروڑ) کی آدھے سے زیادہ آبادی (یورپ سمیت) کی اوسط آمدنی سات ہزار ڈالر تھی اور باقی کی تین ہزار

ڈالر۔ 1980ء کے بعد معاشی ترقی ساری دنیا میں تیزی سے بڑھی ہے۔ چنانچہ 1996ء کی UNDP رپورٹ کے مطابق یورپ میں تو یہ بڑھ کر اوسطاً 25 ہزار ڈالر ہو گئی ہے اور بقیہ عیسائی سلج میں دس ہزار ڈالر جبکہ غریب مسلم ممالک میں 200 سے بڑھ کر صرف 380 ڈالر اور امیر ممالک میں ایک ہزار سے دو ہزار ڈالر ہوئی ہے۔ اسلامی دنیا میں اگر پیٹرول پیدا کرنے والے پانچ ممالک (OPEC Countries) نہ ہوتے تو نہ جانے مالی اعتبار سے مسلم دنیا کا کتنا برا حال ہوتا۔ واضح رہے کہ ایک سروے (Oil & Gas J. 1998) کے مطابق دنیا میں تیل پیدا کرنے والے کل 18 اہم (Major) ممالک ہیں جس میں 10



پسماندگی کی ایک وجہ مسلم ممالک میں زراعت میں زیادہ تر آبادی کا مشغول ہونا اور صنعت کی طرف توجہ کم کرنا ہے۔ سروے کے مطابق مسلم معاشرہ میں پچاس سے ستر فیصد تک آبادی کھیتی باڑی میں اپنی زندگی گزار دیتی ہے اور صنعت و حرفت میں تقریباً 7 سے 16 فیصد لوگ لگے رہتے ہیں۔ عیسائی معاشرہ میں صورت حال بالکل مختلف ہے یعنی کل 8 فیصد لوگ کھیتی میں مصروف رہتے ہیں اور تقریباً 60 فیصد صنعتوں میں کام کرتے ہیں۔

معلومات عامہ میں اسلامی دنیا عیسائی دنیا سے بہت پیچھے ہے، مصر جیسے نسبتاً زیادہ تعلیم یافتہ مسلم ملک میں کل ایک ہزار آبادی کے لیے اخبارات کی 21 کاپیاں چھپتی ہیں جبکہ مغربی ممالک میں اوسطاً تین سو کاپیاں ایک ہزار افراد کے لیے شائع ہوتی ہیں۔

شرح پیدائش کی کمی اور زیادتی بھی قوی ترقی میں اہم رول ادا کرتی ہے، عیسائی ممالک میں ایک سو عورتوں کی 120 اولادیں ہوتی

ہیں جبکہ مسلم ممالک میں یہ اوسط تین سو سے پانچ سو اولادوں پر مشتمل ہے۔ چنانچہ آبادی میں اضافے کی شرح فی ایک ہزار افراد اور عیسائی ممالک میں 10 سے 12 ہے جبکہ مملکت اسلامیہ میں 25 سے 45 ہے۔ عمروں کا اوسط عیسائی دنیا میں 75 سال ہے اور اسلامی دنیا میں یہ حد 60 سال سے کم ہے۔

اقوام متحدہ کی ترقیاتی کونسل (UNDP) نے 1990ء میں انسانی ترقیاتی انڈیکس (Human Development Index) کے نام سے ایک سروے شروع کیا تھا، جس کی بنیاد مختلف ممالک میں عوام میں تعلیم، صحت اور معاشی حالت کا جائزہ تھا۔ کل 174 ممالک میں یہ سروے کیا گیا۔ 1999ء میں دیے گئے اعداد و شمار مسلم ممالک کی تعلیم، صحت اور معاشی ترقی

ممالک برابر کے شریک ہیں۔ غربت کے باوجود زیادہ تر مسلم ملکوں کے پاس نہ یہ کہ مغرب سے حاصل کردہ نہایت خطرناک ہتھیار ہیں بلکہ بڑی تعداد میں تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ فوجی بھی ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق ساڑھے تین کروڑ فوج ساری دنیا میں ہے۔ جس میں نوے لاکھ افراد پر مشتمل فوج اسلامی ملکوں کے پاس ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد مسلم اور عیسائی ملکوں کے درمیان کوئی بھی قابل ذکر جنگی معرکہ نہیں ہوا ہے حالانکہ خود اسلامی ملکوں کے بیچ خوزیہ جنگیں ضرور ہوئی ہیں جس میں تقریباً چار لاکھ مسلمان سپاہی مارے گئے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسلامی ممالک جو جنگی ساز و سامان خریدتے ہیں انھیں زیادہ تر ایک مسلم ملک دوسرے

مسلم ملک سے حفاظت کے طور پر استعمال میں لانے کے لیے خریدتا ہے نہ کہ غیر مسلم ملک سے معرکہ آرائی کے لیے۔

اسلامی ممالک کی جنگی تیاریوں میں ہر ملک اپنی قومی آمدنی (Gross National Product)

کا دس سے تیس فیصد خرچ کرتا ہے۔ یہ دولت عیسائی ملکوں کو ہتھیار خریدنے کے لیے منتقل ہو جاتی ہے جبکہ عیسائی ممالک اپنی قومی آمدنی کا تین سے گیارہ فیصد حصہ فوج پر خرچ کرتے ہیں اور ہتھیاروں کی خرید و فروخت آپس ہی میں کرتے ہیں۔ اس دولت کا کوئی بھی قابل ذکر حصہ اسلامی دنیا میں نہیں آتا ہے۔ کیونکہ نے مسلم معاشرہ کی بد حالی کی متعدد وجوہات بیان کی ہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ خواندگی کے سلسلہ میں اسلامی دنیا میں عورتوں کی تعلیم پر کئی سو سالوں سے توجہ نہیں دی گئی ہے۔ چنانچہ عام طور سے مسلم معاشرہ میں مردوں اور عورتوں میں خواندگی کا فرق دس سے چالیس فیصد تک ہے جبکہ عیسائی معاشرہ میں یہ فرق صرف دو سے پانچ فیصد کے درمیان ہے۔

سائنس کے تحقیقی موضوعات پر ہر سال دنیا میں دو لاکھ ساٹھ ہزار مضامین شائع ہوتے ہیں اس میں تقریباً دو لاکھ عیسائی ممالک شائع کرتے ہیں اور اسلامی ممالک صرف ڈھائی ہزار۔



اور سائنسی سرگرمیوں میں ان کا رول قابل تعریف ہے اور
محیثت کے اعتبار سے بھی باعزت مقام رکھتے ہیں۔ (ملاحظہ ہو
فہرست نمبر 2)

سائنسی تحقیق میں اسلامی دنیا عیسائی ممالک سے بہت
پچھے ہے۔ سائنس کے تحقیقی موضوعات پر ہر سال دنیا میں
دولاکھ ساٹھ ہزار مضامین شائع ہوتے ہیں اس میں تقریباً
دولاکھ عیسائی ممالک شائع کرتے ہیں اور اسلامی ممالک صرف
ڈھائی ہزار۔

اسلامی دنیا اور مغربی اقوام یعنی
عیسائی قوموں کی بابت مندرجہ
بالا اعداد و شمار کے پیش نظر
مولانا سید محمد راجی حسنی ندوی ناظم
ندوۃ العلماء کا یہ قول کتنا واضح ہے
کہ "یورپ نے علم و محنت سے کام
لیا تو باوجود کفر و مذہب دشمنی کے
دنیا کا قائد بن گیا۔ ہم سے علم
و حکمت سے لاپرواہی ہوئی تو
باوجود حق پر ہونے کے اور باوجود
موجودہ ترقیات کے اولین رہبر

مسلم سماج میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی
تعلیمی حیثیت کی کمی کا اندازہ اس بات سے
بھی ہوتا ہے کہ ساری اسلامی دنیا میں جو
تعداد انجینئروں، ڈاکٹروں اور دیگر ماہرین
(Specialists) کی پائی جاتی ہے وہ فرانس
کے ماہرین کی نصف ہے۔ گویا کہ اسلامی
دنیا کی 130 کروڑ آبادی علمی اعتبار سے
فرانس کی آدمی یعنی 3 کروڑ آبادی کے
برابر ہے۔ افسوس صد افسوس۔

ہونے کے ذیل و خواہ ہوئے۔ (سر قند کی بازیافت: 1998ء)
آج کی ترقی یافتہ دنیا میں ضروری ہے کہ ہر علاقہ اور قوم
کے پاس دس لاکھ کی آبادی میں دو ہزار سے زیادہ انجینئر اور
سائنسدان ہونے چاہئیں جیسا کہ عیسائی دنیا میں ہے لیکن حیف
یہ تعداد پاکستان میں 61 اور مصر میں 210 ہے گویا کہ اوسطاً
اسلامی دنیا میں دو ہزار کی جگہ تقریباً ایک سو سائنسدان اور
انجینئر پائے جاتے ہیں۔

مسلم سماج میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیمی حیثیت کی
کمی کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ ساری اسلامی دنیا میں
جو تعداد انجینئروں، ڈاکٹروں اور دیگر ماہرین (Specialists)

کی بہت افسوسناک تصویر پیش کرتے ہیں۔ اس انڈیکس میں پہلا
نمبر (یعنی سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک) کینیڈا کا ہے۔ دوسرا
ناروے کا۔ تیسرا امریکہ کا اور اس طرح شروع کے 24 ترقی یافتہ
ممالک میں ایک بھی اسلامی ملک شامل نہیں ہے۔ پچیسواں نمبر
برونائی کا ہے جو ایک نہایت کم آبادی (20 لاکھ) والا ملک ہے۔
پینتیسواں نمبر کویت کا ہے۔ 37 واں بحرین ہے۔ 41 واں قطر

ہے۔ 43 واں متحدہ عرب امارات
(UAE) کا۔ ان سب ممالک کی کل
آبادی دو کروڑ سے کم ہے۔ جبکہ وہ
سارے عیسائی ممالک جو ترقیات
کے اعتبار سے ان سے کہیں بہتر
درجہ (انڈیکس) رکھتے ہیں ان کی
آبادی 80 کروڑ سے تجاوز کرتی
ہے۔ زیادہ آبادی والے مسلم ممالک
میں سر فہرست ملیشیا (56) ہے۔
دیگر ممالک کا حال اس طرح ہے۔
سعودی عرب 78، ترکی 86،
ایران 95، انڈونیشیا 105، الجزائر

109، مصر 120، عراق 125، پاکستان 138، سوڈان 142، بنگلہ
دیش 150۔ اس انڈیکس کے اعتبار سے مسلمانوں کی تین
چوتھائی آبادی تعلیم، صحت اور معاش کے اعتبار سے انتہائی
پست ہے جبکہ عیسائی آبادی کا نوے فیصد حصہ خوشحال نظر
آتا ہے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ اسلامی دنیا میں ترقی کے
اعتبار سے بلند ترین مقام رکھنے والے وہ چھ مسلم ممالک ہیں جو
روس کی گرفت سے نکل کر آزاد مملکتوں کا درجہ حاصل کرنے
میں کامیاب ہو گئے۔ ان ملکوں میں خواندگی 97 فیصد ہے۔
عورت اور مرد کی خواندگی میں فرق کم سے کم ہے۔ اعلیٰ تعلیم



کی پائی جاتی ہے وہ فرانس کے ماہرین کی نصف ہے۔ گویا کہ اسلامی دنیا کی 130 کروڑ آبادی علمی اعتبار سے فرانس کی آدمی یعنی 3 کروڑ آبادی کے برابر ہے۔ افسوس صد افسوس۔

علم اور معیشت کے اعتبار سے محمد و سبطی میں اسلامی معاشرہ ساری دنیا میں اولیت لیے ہوئے تھا۔ عیسائی معاشرہ پست ترین علاقہ سمجھا جاتا تھا اور اس کو تاریک دور (Dark Ages) کا معاشرہ کہا جاتا تھا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے غبار خاطر میں تحریر فرمایا ہے کہ ”علم کی بساط سولہویں صدی کے بعد الٹ سی گئی اور مسلمانوں نے عیسائیوں کا غیر علمی طریقہ اپنانا شروع کر دیا۔“ اسی رویہ کا نتیجہ ہے کہ ورلڈ بینک اور UNDP کی رپورٹ میں اسلامی معاشرہ

کی پستی کا حال اس طرح بیان ہوا ہے جو عبرت دلاتا ہے اور مسلمانوں کو دعوت فکر دیتا ہے۔ ڈیوڈ کیچھ نے خیال ظاہر کیا ہے کہ چھٹی صدی کی حیرت انگیز صنعتی اور علمی ترقی میں رکاوٹیں تقریباً ہر مذہب کے

لوگوں نے ڈالیں ہیں۔ بدھ مت کے رہنماؤں نے بدلتے نظام کی شدید مخالفت کی، عیسائیوں کے درمیان کیتھولک (Catholic) اور پروٹسٹنٹ (Protestant) کے جھگڑوں نے ترقیاتی اسکیموں کو نقصان پہنچایا۔ ہندوؤں میں ذات پات کی بنا پر علمی اور صنعتی ترقی زور نہ پکڑ سکی۔ مسلمانوں کی آپسی نا اتفاقیوں، مسلکوں کی بنیاد پر تفرقے اور اکثر علماء کی دخل اندازیوں نے بھی دنیاوی ترقی میں رکاوٹ کا کام کیا اور ہر نئی تہذیبی کو مذہب مخالف مہم سے تعبیر کیا گیا ڈیوڈ کیچھ اس ضمن میں لکھتا ہے:

The way of life (standard of living) in Muslim countries cannot be altered unless the priests (Ulema) are favourable to the proposed changes.

(ترجمہ) اسلامی معاشرہ کو ترقی دینا اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ دینی رہنما اس دنیا کے بدلنے ہوئے نظام سے سمجھوتہ کرنے کے لیے تیار نہ ہوں)

ڈیوڈ کیچھ لکھتا ہے کہ ”افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمان اپنی حالت زار کو Divine Will یعنی اللہ کی مرضی سے تعبیر کرتے ہیں جو یقیناً غیر اسلامی رویہ ہے۔“

مسلمانوں کے غیر علمی رویہ پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مولانا ابوالحسن علی مددی نے 1984ء میں تحریر فرمایا تھا کہ ”مسلمان اپنی علمی روش بھول گیا اور مقلدانہ اور روایتی ذہنیت کا شکار ہو گیا اور اس طرح سائنس اور ٹکنالوجی میں پیچھے

رہ گیا اور مغرب نے اسے غلام بنادیا۔“ اسی علمی پستی پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا سید سلیمان مددی تحریر فرماتے ہیں کہ ”جدید علوم سے بے خبر علماء اسلام کی گچی خدمت انجام نہیں دے سکتے ہیں۔ آج ہم ایک قماشانی بن کر زندہ

ڈیوڈ کیچھ لکھتا ہے کہ ”افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمان اپنی حالت زار کو Divine Will یعنی اللہ کی مرضی سے تعبیر کرتے ہیں جو یقیناً غیر اسلامی رویہ ہے۔“

نہیں رہ سکتے ہیں۔“

ڈیوڈ کیچھ نے 1989ء میں ایک کانفرنس کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس کانفرنس میں پولینڈ کے وزیر اعظم نکھو عبدالرحمن نے جو مشہور ہوا تھا اس پر ابھی تک مسلم معاشرہ عمل پیرا نہیں ہوا ہے۔ عبدالرحمن نے کہا تھا کہ ”لازم ہے کہ آج کی دنیا میں مسلمان غیر عقلی عقائد (Illogical belief) کو خیر باد کر کے نئے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لئے اسلامی طریقہ اپنائے۔“

اسلامی اور عیسائی دنیا کا موازنہ ایک نظر میں اس طرح بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔ (عالمی تنظیموں کے سروے کے مطابق) عیسائی دنیا (بہ اعتبار خواندگی اور اقتصادیات) :



نوٹ: عیسائی دنیا میں ایک سے 5 فیصد آبادی اسکولی تعلیم حاصل نہیں کرتی ہے جبکہ اسلامی دنیا میں اوسطاً 50 فیصد خواندہ آبادی اسکولی تعلیم سے محروم رہتی ہے۔

عالمی بینک اور UNDP کے اعداد و شمار ناقابل تردید ہیں۔ 21 ویں صدی کے اس دور میں اسلامی معاشرہ اور عیسائی معاشرہ کے درمیان کسی جنگ یا معرکہ آرائی کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ ایسا سوچنا بھی تباہی لاسکتا ہے۔ ہاں اسلامی معاشرہ کو اپنی گزشتہ روش پر اتنا ہوگا تاکہ مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان علی اور معاشی نابرابری کو ختم کیا جاسکے اور مسلمانوں کا استحصال روکا جاسکے۔ اٹلیس کے اس مشورے کو ناکامیاب بنانے کی ضرورت ہے۔

تم اسے بیگانہ رکھو عالم کردار سے
تاسلط زندگی میں اس کے سب مہرے ہوں مات

اقبال

ذیل میں عالمی بینک (World Bank) اور UNDP کی جانب سے دیئے گئے کچھ اعداد و شمار پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ اعداد و شمار اسلامی دنیا کے زوال کا ثبوت پیش کرتے ہوئے یہ اشارے دیتے ہیں کہ انیسویں صدی کی زلت و خواری کے باوجود امت مسلمہ بیسویں صدی میں ہنوز گہری نیند میں ڈوبی رہی اور علی و معاشی دوڑ میں دوسری قوموں سے پچھڑتی گئی۔ ایک یورپی مؤرخ نے تحریر کیا ہے کہ مسلمانوں کا علی زوال بیسویں صدی میں اتنا شدید تھا کہ اسے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ عہد وسطیٰ میں وہ علی عروج کی کتنی منزلیں طے کر چکا تھا۔ بہر حال اب اس قوم کو اپنا رویہ بدلنا ہوگا ورنہ اکیسویں صدی مسلمانوں کو نہایت عبرت ناک تباہی اور بربادی میں مبتلا کر سکتی ہے۔ اقبال نے بیسویں صدی کے آغاز ہی میں مسلمانوں کو متنبہ کیا تھا کہ

کند ہو کر رہ گئی مومن کی تنگ بے نیام
اقبال ہی نے تو یہ بھی اطلاع دی تھی کہ

تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں

- 1- 27 ممالک (آبادی 90 کروڑ) خواندگی 100-99 فی صد۔
- 2- تقریباً 70 ممالک (آبادی تقریباً 130 کروڑ) خواندگی 98-71 فی صد

- 1- 15 ممالک (آبادی 50 کروڑ) فی کس سالانہ آمدنی 20 ہزار سے 45 ہزار ڈالر۔
- 2- تقریباً 60 ممالک (آبادی تقریباً 170 کروڑ)۔ فی کس آمدنی 2-2 ہزار ڈالر سے 20 ہزار ڈالر۔
- 3- UNDP کے انسانی ترقیاتی انڈیکس (HDI) کے اعتبار سے شروع کے 75 ممالک میں 59 عیسائی ممالک شامل (کل آبادی تقریباً 150 کروڑ)

اسلامی دنیا (بہ اعتبار خواندگی اور اقتصادیات)

- 1- 9 ممالک (آبادی 7 کروڑ) خواندگی 99-91 فی صد۔
- 2- 10 ممالک (آبادی 40 کروڑ) خواندگی 90-71 فی صد۔
- 3- 13 ممالک (آبادی 21 کروڑ) خواندگی 70-51 فیصد۔
- 4- 18 ممالک (آبادی 50 کروڑ) خواندگی 51 فی صد سے کم۔

- 1- 2 ممالک (آبادی 40 لاکھ) فی کس آمدنی 20 ہزار سے 25 ہزار ڈالر۔
- 2- 7 ممالک (آبادی 3 کروڑ) فی کس آمدنی 5 ہزار سے 11 ہزار ڈالر۔
- 3- 16 ممالک (آبادی 50 کروڑ) فی کس آمدنی ایک ہزار سے 5 ہزار ڈالر۔
- 4- 25 ممالک (آبادی 70 کروڑ) فی کس آمدنی ایک سو سے ایک ہزار ڈالر۔

- 5- UNDP کے ترقیاتی انڈیکس کے اعتبار سے شروع کے 75 ممالک میں صرف 8 مسلم ممالک شامل ہیں۔ (کل آبادی تقریباً 3 کروڑ)



نہرست نمبر (1)

اسلامی دنیا کا تعلیمی اور معاشی حال۔ ایک نظر میں

انسانی ترقیاتی اڈیکس Human Development Index 1999	آبادی (Population) ملین 1996	خواتین کی بنیادی اسکولی تعلیم (No Schooling) 1996	مرد اور عورت میں خواندگی کا فرق 1996	خواندگی (Literacy) فیصد 1996	خواندگی (Literacy) فیصد 1980	اوسط آمدنی (Gnp Per Capita) ڈالر 1996	اوسط آمدنی (Gnp Per Capita) ڈالر 1980	مسلم اکثریتی ملک اکثریت فیصد
35	2.0	44	16	78	60	20,470	14,890	کویت 99
78	21.0	31	20	62	50	7040	7,690	سعودی عرب 100
95	75.0	12	15	72	50	1000	2,160	ایران 99
125	22.0	52	16	58	50	540	1,860	مراکش 99
86	64.0	30	18	82	60	2,800	1,200	ترکی 98
109	31.0	38	15	61	37	1520	1,260	الجزیرہ 99
105	210.0	34	14	83	62	1080	360	انڈونیشیا 88
138	148.0	78	13	47	31	480	230	پاکستان 97
150	140.0	65	20	38	26	260	190	بنگلہ دیش 90
120	67.0	29	22	51	44	1080	390	مصر 90
65	6.0	59	10	67	50	6510	6910	لیبیا 90
N.A	24.0	88	30	31	12	250	240	افغانستان 99
56	22.0	36	10	83	60	4370	1160	لیٹویا 53
69	3.3	N.A	N.A	92	N.A	2700	NA	لبنان 75
126	28.0	47	20	43	28	2110	670	مراکش 98
149	2.5	60	24	37	17	470	270	سورینام 99
142	30.0	76	23	46	20	450	320	سودان 70
146	122.0	58	30	60	NA	240	560	نامیبیا 60
111	16.0	20	30	71	53	1190	930	شام 90
148	17.0	74	42	43	27	9310	420	یمن 100
172	63.0	45	30	50	10	100	120	ایٹویپی 55
173	10.0	49	16	28	8	210	220	نامیبیا 80
25	03.1	29	4	88	-	25,160	-	برونائی 70
156	33.0	41	22	68	66	2960	230	تنزانیہ 60
102	10.0	55	22	66	55	1930	950	تنزانیہ 98
41	056	53	Nil	79	-	11,600	-	قطر 95
43	2.4	72	Nil	79	-	17,400	-	یو اے ای 96
37	0.6	83	9	85	-	7,840	-	بحرین 99



فہرست نمبر (2)

اسلامی دنیا کا تعلیمی اور معاشی حال۔ ایک نظر میں

انسانی ترقیاتی اڈیکس Human Development Index 1999	آبادی (Population) ملین 1996	خواندگی بغیر اسکول تعلیم (No Schooling) 1996 فیصد	سر دلور عورت میں خواندگی کا فرق 1996 فیصد	خواندگی (Literacy) فیصد 1996	خواندگی (Literacy) فیصد 1980	اوسط آمدنی (Gnp Percapita) ڈالر 1996	اوسط آمدنی (Gnp Percapita) ڈالر 1980	مسلم اکثریتی ملک اکثریت فیصد
103	8.0	Nil	7	95	NA	480	NA	آذربائیجان 95
92	24.1	■	2	97	NA	2510	NA	ازبکستان 97
108	6.2	4	2	97	NA	1,340	NA	تاجکستان 100
98	4.5	4	2	82	NA	9,870	NA	ترکمانستان 100
97	5.0	5	2	92	NA	680	NA	کرغیزستان 97
76	17.0	4	3	97	NA	3270	NA	قرقازستان 98
155	6.0	78	30	37	11	380	230	مکین 50
NA	4.4	NA	NA	85	NA	3,200	NA	بوسنیا 70
171	12.0	60	40	18	NA	220	NA	برکینا فاسو 50
134	15.0	51	22	65	NA	600	440	کمیرون 50
NA	15.0	40	20	54	20	720	840	کوسٹاریکا 50
139	0.7	57	25	57	NA	460	NA	کوسے راس 85
157	0.7	NA	NA	48	NA	788	NA	گنی بولی 95
163	1.2	90	24	38	NA	350	NA	گیمبیا 90
161	7.7	NA	NA	36	NA	560	210	گنی 80
168	1.1	5	2	92	NA	240	NA	گنی بساؤ 70
93	0.3	25	10	93	NA	1,070	NA	مالی 100
166	12.0	86	22	31	10	250	120	مالی 80
159	11.0	55	23	56	25	150	180	ملاوی 50
89	2.5	41	26	58	NA	5,510	NA	عمان 80
153	10.0	42	21	30	10	570	340	سینیگال 90
174	5.0	64	29	36	15	200	210	سیرالیون 65
162	7.0	81	29	49	15	240	140	شاز 70

نوٹ : مندرجہ بالا فہرست میں وہ چھ اعلیٰ خواندگی والے مسلم ممالک شامل ہیں جو روس سے علیحدگی اختیار کر کے خود مختار ریاستیں بن گئیں۔ اس کے علاوہ 80 فیصد مسلمان اکثریتی ملک البانیہ شامل نہیں ہے، جہاں کمیونسٹ حکومت قائم ہے۔ کمیرون اور سیرالیون وغیرہ مسلم اکثریتی ممالک میں قبائلی مذہب کے ماننے والوں کی خاصی آبادی پائی جاتی ہے۔



فہرست نمبر (3)

عیسائی دنیا کا تعلیمی اور معاشی حال ایک نظر میں

انسانی ترقیاتی انڈیکس Human Development Index 1999	آبادی (Population) ملین 1996	خواندگی بغیر اسکولی تعلیم (No Schooling) 1996 فیصد	سرور اور عورت میں خواندگی کا فرق 1996 فیصد	خواندگی (Literacy) فیصد 1996	خواندگی (Literacy) فیصد 1960	اوسط آمدنی (Gnp Percapita) ڈالر 1996	اوسط آمدنی (Gnp Percapita) ڈالر 1980	عیسائی اکثریتی ملک
1	30.7	Nil	Nil	■	99	19020	9180	کینڈا
3	270.0	Nil	Nil	99	99	28,495	9390	امریکہ (U S A)
6	9.0	Nil	Nil	100	99	25,710	10210	سویڈن
12	7.0	Nil	Nil	100	100	44,350	12,100	سویٹزرلینڈ
2	4.5	Nil	Nil	100	99	34,510	9,150	ناروے
14	82.0	Nil	Nil	99	99	28,870	9,580	جرمنی
11	58.6	Nil	Nil	100	99	26,270	8,260	فرانس
7	18.0	Nil	Nil	100	100	20,090	7,990	آسٹریلیا
10	60.0	Nil	Nil	100	99	19,600	5,030	برطانیہ
19	57.6	Nil	1	99	99	18900	3850	ایتلی
21	40.0	1	2	98	88	14,350	3470	اسپین
79	162.0	3	3	92	76	4400	1570	برازیل
28	11.0	16	5	93	70	10,160	1990	پرتگال
77	70.0	7	Nil	95	87	1,160	510	فلپائن
5	10.0	Nil	Nil	100	99	26,440	9,090	جپان
15	5.3	Nil	Nil	100	99	33,100	9,920	ڈنمارک
13	5.0	Nil	Nil	100	100	23,240	6,820	فن لینڈ
16	8.0	Nil	Nil	100	99	28110	7030	آسٹریا
18	4.0	Nil	Nil	100	99	15,720	4790	نوزی لینڈ
27	10.0	7	NA	95	NA	8,210	3,250	یونان
50	108.0	NA	3	90	76	3670	1,290	میکسیکو
57	35.0	15	Nil	91	81	2,140	8,50	کولمبیا
40	5.0	8	1	97	94	5760	1610	یورڈوگوے
84	5.0	7	1	92	81	1850	850	ہیڈوگوے
39	35.0	57	Nil	96	94	8,380	1,910	ارجنٹینا
8	15.0	Nil	1	100	99	28,220	4,410	ہالینڈ
17	0.4	Nil	1	100	100	45,360	12,000	لکسمبرگ
49	3.0	Nil	Nil	100	--	24,460	--	پاناما



فہرست نمبر (4)

غیر اسلامی اور غیر عیسائی دنیا کا تعلیمی اور معاشی حال۔ ایک نظر میں

(بدھ مت، ہندو، کیونست، (غیر مذہبی) اور یہودیت کے اکثریتی ممالک)

غیر عیسائی اور غیر مسلم اکثریتی ملک	اوسط آمدنی (Gnp Per Capita) ڈالر	اوسط آمدنی (Gnp Per Capita) ڈالر	خواندگی (Literacy) فیصد	خواندگی (Literacy) فیصد	مرد اور عورت میں خواندگی کا فرق	خواندگی بغیر اسکولی تعلیم (No Schooling) 1996 فیصد	آبادی (Population) ملین	انسانی ترقیاتی انڈیکس Human Development Index 1999
جاپان B	7,280	40,940	99	100	Nil	Nil	126.4	4
چین C	230	750	NA	81	17	NA	1240.0	98
روس C	3,700	2,410	99	99	Nil	Nil	146.8	71
ہندوستان H	180	380	36	52	28	39	990.0	132
برما B	150	2,810	67	83	11	55	47.3	128
بھارتی C	3,450	4,340	98	99	Nil	2	10.1	47
قزاق لینڈ B	490	2,860	84	94	5	7	60.0	67
اسرائیل Y	3,500	15,870	88	98	5	7	5.7	23
سنگاپور B	3,290	30,550	75	89	12	60	3.5	22
کیوبا C	810	1,170	93	96	1	40	11.0	58
رومانیہ C	1,750	1,600	96	97	2	5	25.0	68
ویتنام B	170	290	98	94	4	18	70.0	110
نیپال H	120	210	87	27	26	40	19.0	144
کیمیا H	--	2,470	19	92	4	28	1.2	61
لادوس B	90	400	--	57	15	50	5.0	140
بھوٹان B	100	390	NA	42	18	NA	2.0	145
سری لنکا B	190	740	NA	91	5	16	20.0	90
بلغاریہ C	NA	1,190	NA	98	1	5	7.0	63
چو لینڈ C	3,670	3,230	NA	99	2	8	39.0	44
میکو لیا C	940	3600	NA	82	16	NA	3.0	119
المانیہ C	740	670	98	99	Nil	Nil	3.4	100
سلوواکیہ C	NA	3410	NA	100	Nil	Nil	6.0	42
کیراٹا B	180	300	39	65	26	NA	10.0	137
موریتانیہ H	NA	3,710	NA	83	14	18	2.5	59
چیکسٹ	NA	3220	NA	99	Nil	Nil	5.0	36

نوٹ : مندرجہ بالا فہرست میں دیے گئے کیونست ممالک میں مسلم اکثریتی ملک البانیہ اور دیگر عیسائی ممالک شامل ہیں۔ ہندوستان اور چین میں مسلمان ایک بڑی اقلیت ہیں۔ (B بدھ، C کیونست، H ہندو، Y یہود)

قبائلی مذاہب کے ممالک کا تعلیمی اور معاشی حال: ایک نظر میں

انسانی ترقیاتی انڈیکس Human Development Index 1999	آبادی (Population) ملین 1996	خواندگی بنیئر اسکولی تعلیم (No Schooling) 1996 فیصد	مرد اور عورت میں خواندگی کا فرق 1996 فیصد	خواندگی (Literacy) فیصد 1996	خواندگی (Literacy) فیصد 1980	اوسط آمدنی (Gnp Percapita) ڈالر 1996	اوسط آمدنی (Gnp Percapita) ڈالر 1980	قبائلی مذاہب کے ملک
112	8.0	23	6	75	63	830	510	بولی دیا
170	0.70	NA	26	35	25	170	140	بورینڈی
165	3.4	60	12	60	NA	310	250	سنٹرل افریکن ری پبلک
72	1.2	2	8	90	74	1500	880	ایکویڈر
124	1.0	38	20	63	NA	3,950	NA	گابن
133	18.0	60	20	64	30	360	390	گھانا
117	1.0	45	13	57	47	1,470	910	گوٹے مالا
152	8.0	60	6	45	23	310	260	جینی
NA	3.0	NA	20	38	30	490	460	لائبیریا
80	25.0	NA	11	88	72	2,420	740	میرد
164	1.0	77	18	61	23	190	180	روانڈا
101	45.0	NA	NA	82	NA	3520	1,480	جنوبی افریقہ
143	5.2	NA	NA	93	18	1,790	320	ٹوگو
158	20.0	47	23	62	NA	300	280	یوگینڈا
122	0.15	42	20	70	NA	2,800	NA	بوسنیہ وانا
169	18.0	NA	NA	40	NA	180	140	موزمبیق
160	1.0	NA	30	42	NA	270	300	انگولا
136	2.5	59	16	78	40	320	330	کینیا
130	10.0	24	11	85	NA	810	480	زمبابوے
151	10.0	18	11	78	NA	360	NA	زیمبیا
113	1.0	42	3	77	NA	360	NA	سوازی لینڈ
115	1.6	35	4	76	NA	2,250	NA	نمیبیا
147	1.4	NA	28	46	50	250	250	نڈاکاسکر

نوٹ: مندرجہ بالا قبائلی ممالک میں عیسائیوں اور مسلمانوں کی خاصی آبادی پائی جاتی ہے۔



سے جانے والے جاہل زود کو دیکھنے کو ملتا ہے۔ راستے میں مختلف اونچائیوں پر ان اشخاص کی لاشیں برف سے ڈھکی ہوئی دکھائی دیتی ہیں جو چڑھائی کرتے وقت کسی حادثے کا شکار ہو گئے ہوں۔ سالوں پہلے کسی حادثے کا شکار ہوئے انسان کی لاش ایسی نظر آتی ہے مانو کچھ عرصہ پہلے ہی موت واقع ہوئی ہو۔ ستمبر 1990ء میں اٹلیس پہاڑیوں پر ایک ایسی ہی لاش دریافت کی گئی ہے۔ جس کے بارے میں اندازہ ہے کہ یہ کم سے کم پانچ ہزار سال پرانی ہے۔ لیکن اس کو دیکھ کر

ایسا لگتا ہے جیسے کچھ عرصے پہلے ہی موت واقع ہوئی ہو۔ اب تک دستیاب ”میموں“ میں شاید یہ سب سے پرانی ”ممی“ ہے۔ اپنے آباء و اجداد یا اہم شخصیات کی لاشوں کو محفوظ رکھنے کا رواج آج تقریباً ختم ہو گیا ہے۔ لیکن آج میڈیکل اور حیاتیاتی سائنس کے ماہرین مختلف امراض کی وجوہات اور تدارک و دھوپنے کی غرض

سے آج بھی بڑے پیمانے پر مردہ اجسام یا ان کے مخصوص حصوں کو محفوظ کرتے ہیں۔ کسی انسان کی موت کن وجوہات کے سبب واقع ہوئی، کس بیماری یا حادثے کی وجہ سے جسم کے کون سے حصے کی کارکردگی متاثر ہوئی، جو موت کی فی الفور وجہ بنی، یہ جاننے کے لیے پوسٹ مارٹم کر کے متاثرہ حصوں کو ”فارملڈی ہائیڈ“ (Formaldehyde) نام کے کیمیا کے محلول میں محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ فارملڈی ہائیڈ کے خصوصی اثرات کی وجہ سے محفوظ کیا گیا حصہ منجمد ہو جاتا ہے اور اس میں آگے

پرانے زمانے میں دنیا کے مختلف علاقوں اور عقائد کے لوگوں میں اہم شخصیات کے مردہ اجسام کو محفوظ رکھنے کا چلن تھا۔ مصر میں تو یہ رواج عام تھا کہ وہاں کے حکمرانوں کے انتقال کے بعد ان کے جسم پر مختلف کیمیات کا لپ کیا جاتا تھا تاکہ وہ محفوظ رہ سکیں۔ ان کو ”ممی“ کہا جاتا تھا۔ محفوظ کرنے کے بعد ان سے متعلق کبھی مال و اسباب کو خصوصی طریقے سے بنائے گئے پیرامیڈوں (Pyramids) میں رکھ دیا جاتا تھا۔ ایسے ہی کچھ پیرامیڈ

آج بھی مصر میں موجود ہیں۔ جن کا شمار دنیا کے سات قدیم عجوبوں میں کیا جاتا ہے۔ کچھ عرصے پہلے مغربی مصر کے ریگستان میں ایسی ہی محفوظ شدہ لاشوں کی دس ہزار ”میاں“ ایک ہی جگہ پر ملی ہیں۔ اسی لیے اس جگہ کا نام ”وولی آف نمیز“ (Valley of Mummies) یعنی میموں کی وادی رکھ دیا گیا ہے۔ ماہرین کے اندازے کے مطابق یہ میماں 330 سال

کچھ عرصے پہلے مغربی مصر کے ریگستان میں ایسی ہی محفوظ شدہ لاشوں کی دس ہزار ”میاں“ ایک ہی جگہ پر ملی ہیں۔ اسی لیے اس جگہ کا نام ”وولی آف نمیز“ (Valley of Mummies) یعنی میموں کی وادی رکھ دیا گیا ہے۔ ماہرین کے اندازے کے مطابق یہ میماں 330 سال قبل مسیح اور 400 عیسوی کے درمیان کی ہیں۔

قبل مسیح اور 400 عیسوی کے درمیان کی ہیں۔ اتنی پرانی ہونے کے باوجود یہ میماں آج بھی بہت اچھی حالت میں ہیں۔ کیمیات کے لپ کے علاوہ مردہ اجسام کو اگر بہت کم درجہ حرارت پر بھی رکھا جائے تو وہ لمبے عرصے تک بغیر بگڑے، صحیح حالت میں محفوظ رہ سکتے ہیں۔ دنیا کے ان حصوں میں جہاں ہمیشہ برف جی رہتی ہے وہاں اگر لاش کی تجزیہ و تحقیق کافی عرصے تک نہ بھی کی جائے تو بھی نہ تو وہ بگڑتی ہے نہ سڑتی ہے۔ ایسا نظارہ اکثر ہمالیہ کی مختلف چوٹیوں پر فتح پانے کی غرض



(Xyol) نام کے کیسیا میں رکھا جاتا ہے۔ تاکہ وہ بالکل صاف شفاف نظر آئیں۔ اس طرح تیار شدہ سلائڈز پر موجود قطعوں کو فضا پر موجود نمی سے بچانے کی غرض سے ”ٹوسی پی۔ ایکس“ (DPX) نام کے گاڑھے مائع سے ڈھک کر ان پر کاغذ کی بہت پتلی ”کوری سلپ“ (Cover Slip) رکھ دی جاتی ہے۔ اس طرح کسی بھی عضویہ یا عدد کے قطعے لیے عرصے تک بغیر بگڑے محفوظ رہتے ہیں۔ اور ان کا مطالعہ ”خرد بین“ یا مائیکرو اسکوپ (Micro Scope) کی مدد سے بہت اچھی طرح کیا جاسکتا ہے۔ ان

سلائڈوں کے مطالعے سے اخذ کیے گئے نتائج مختلف قسم کے کیمیات و لہو دیات وغیرہ کے جسم پر اثرات کا آئینہ ہوتے ہیں، جو میڈیکل اور بائیو سائنس کی ترقی کے لیے ریچھ کی پڑی کاکام کرتے ہیں۔ اگر آج ہم ان سلائڈوں کو پرانے زمانے کی میاں کہیں تو شاید غلط نہیں ہو گا۔

ستمبر 1990ء میں ایپلیس پیازیوں پر ایک ایسی ہی لاش دریافت کی گئی ہے۔ جس کے بارے میں اندازہ ہے کہ یہ کم سے کم پانچ ہزار سال پرانی ہے۔ لیکن اس کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے مانو کچھ عرصے پہلے ہی موت واقع ہوئی ہو۔

یہ ضرور ہے کہ آج کے زمانے کی یہ میاں پرانے زمانے کی میاں کے مقابلے کہیں زیادہ اہمیت کی حامل ہیں کیونکہ ان کے مطالعے سے کئی قسم کے علاوہ امراض کی حقیقت پر سے پردہ اٹھتا ہے اور ان سے بچنے کے طریقے تلاش کیے جاتے ہیں۔ چونکہ سائنس کی جدید تکنیکوں کے ذریعہ مسائل کا حل جلد اور زیادہ بہتر طریقے سے کیا جانا ممکن ہے اس لیے انسان نے اس کی اہمیت کو تسلیم کر لیا ہے۔ ہر مسئلے کے پہلے سے بہتر حل تلاش کرنے کی کوششیں بھی جاری رہتی ہیں۔ اسی وجہ سے مردہ اجسام یا ان کے حصوں کو محفوظ کرنے کی تکنیک میں بھی بہتری کرنے کی کوششیں آج بھی جاری ہیں۔ ان کوششوں کی بدولت مردہ اجسام یا ان کے حصوں کو اب ایک بالکل نئی تکنیک

کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ نہ ہی اس میں جڑوے سرایت کر پاتے ہیں۔ اس لیے وہ بگڑتا بھی نہیں ہے۔ یعنی جب تک وہ ”فارملڈی ہارڈ“ میں ڈوبا رہے گا، تب تک اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ میڈیکل سائنس کے طلباء کی پڑھائی کے لیے لاوارث لاشوں کو بھی اسی کیسیا کے محلول میں محفوظ رکھا جاتا ہے۔ لیکن اس طرح محفوظ کی گئی لاشوں یا ان کے اعضاء کا صرف تشریحی مطالعہ (Anatomical Study) کیا جاتا ہی ممکن ہے۔ اس طرح محفوظ کیے گئے اعضاء کا موازنہ تندرست اعضاء سے کر کے باسانی کوئی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے۔ نمائش مقصود ہو تو اس طرح محفوظ کیے

حصوں کو نمائش کے طور پر رکھا جاسکتا ہے۔ کئی قسم کی بیماریوں میں ظاہرہ طور پر اعضاء کی مہوٹ میں کوئی خاص تبدیلی نظر نہیں آتی۔ لیکن ان کے اندر موجود نسجوں (Tissues) میں خاص تبدیلیاں ہو جاتی ہیں جو ان کی کارکردگی کو

بری طرح مجروح کر دیتی ہیں۔ اس لیے تبدیلیوں کا مفصل مطالعہ کرنے کے لیے متعلقہ اعضاء یا عدد (Gland) کے بہت باریک ”خرد تراش قطعے“ (Micro Sections) کاٹے جاتے ہیں۔ جس کے لیے ”خرد تراش آلے“ (Microtome) کی مدد لی جاتی ہے۔ ان قطعوں کو کاغذ کی پتلی سلائڈ پر پھیلا کر جمایا جاتا ہے۔ اس کے بعد ان کو الگھل کے ذریعہ تابدیدہ (Dehydrate) کیا جاتا ہے۔ تابدیدگی کے عمل کے دوران ہی ان کو خصوصی مایوں کے ذریعہ رنگ دیا جاتا ہے (Staining) تاکہ اس عضویہ یا عدد میں موجود مختلف قسم کے نسجوں کی پرتمیں نمایاں طور پر الگ الگ نظر آئیں۔ تابدیدگی کے عمل کے بعد قطعوں میں چمک اور صفائی کی غرض سے انھیں ”زائیلول“



میں بہت کامیاب ثابت ہوئے ہیں۔

انسانی اعضاء کو محفوظ کر کے ان کا سائنسی نقطہ نظر سے مطالعہ کرنے کے واسطے یوں تو دنیا بھر میں ان مکت تجر بہ گاہیں موجود ہیں لیکن ان تجر بہ گاہوں میں انگلیفڈ کے وکٹورڈ شہر میں واقع ایک تجر بہ گاہ کا منفرد مقام ہے۔ اس تجر بہ گاہ میں تقریباً آٹھ ہزار انسانی دماغوں کا کتاب ذخیرہ ہے۔ جس میں تقریباً ہر خصوصیت والے دماغ محفوظ ہیں۔ بہت زیادہ ذہین انسانوں کے، کند ذہین انسانوں کے، مختلف قسم کی دماغی خرابیوں سے مجروح شدہ دماغ اور عجیب و غریب عادتوں و خصلت والے افراد کے

دماغ۔ یعنی دماغوں کے اس ذخیرے میں دماغ سے متعلق نہ جانے کتنے راز محفوظ ہیں جن پر سے پردہ اٹھانے کے لیے بڑے پیمانے پر تحقیقات کا کام جاری ہے اور محقق دھیرے دھیرے سامنے آرہے ہیں۔ مثلاً ایک سچائی یہ ابھر کر سامنے آئی ہے کہ ذہین انسانوں

کے دماغ میں موجود عصبانیوں (Neurons) کے شجریوں (Dendrons) اور محور جسم (Axons) میں شاخوں کی تعداد عام سوجھ بوجھ والے انسانوں کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی پتہ چلا ہے کہ نسلی خصوصیات اور ماحول کا اثر دماغ کی کارکردگی کو کافی متاثر کرتا ہے۔ انتشار نفس (Schizophrenia) کے مریضوں کے دماغ کی بناوٹ عام انسان کے دماغ کی بناوٹ سے مختلف ہوتی ہے۔ جرائم پیشہ اور ظالم قسم کے لوگوں کے دماغ کی بناوٹ عام آدمیوں کے دماغ جیسی نہیں ہوتی ہے۔ دماغ یا سر پر چوٹ لگنے سے دماغ کی بناوٹ بری طرح متاثر ہو جاتی ہے۔ یہ خطرہ خاص طور سے پیشہ ور کے ہاتھوں میں زیادہ رہتا ہے۔ اسی کے مد نظر دماغ سے متعلق سائنسدانوں کی سفارش پر کے بازی کی عالمی تنظیم نے

کے ذریعہ محفوظ کیا جانے لگا ہے۔ اس کو ”پلاسٹیشن ٹیکنیک“ (Plastination Technique) کا نام دیا گیا ہے۔ یہ ٹیکنیک ابھی صرف دو سال پہلے ہی ہے، اور فی الوقت اس کا استعمال صرف امریکہ اور جرمنی میں ہی کیا جا رہا ہے۔ اس ٹیکنیک سے محفوظ کرنے کے بعد اجسام یا عضو بہتر طریقے سے محفوظ ہوتے ہیں اور وہ ایسے نظر آتے ہیں مانو بالکل تازہ ہوں۔ ان کا ذخیرہ بھی زیادہ آسانی سے کیا جاسکتا ہے۔ جرمنی میں اس ٹیکنیک سے لاشوں کو محفوظ کیا جاتا ہے۔ جبکہ امریکہ میں لاشوں کے ساتھ

ساتھ ان کے اعضاء کو اس ٹیکنیک کے ذریعہ ہی محفوظ کیا جاتا ہے۔ ان محفوظ شدہ لاشوں یا ان کے اعضاء کے ذریعہ جہاں میڈیکل سائنس کے طلباء کو مطالعے میں زیادہ سہولت رہتی ہے وہیں سمندرست اور بیمار شدہ حصے کو ایک ساتھ رکھ کر عام آدمی کو بیماری

کے بارے میں زیادہ بہتر طریقے سے روشناس کرایا جاسکتا ہے۔ ”پلاسٹیشن ٹیکنیک“ سے محفوظ کرنے کے لیے مردہ جسم یا اس کے حصے کو چار مراحل سے گزارا جاتا ہے۔ سب سے پہلے اس کو فارملڈی ہائیڈ میں فکس کیا جاتا ہے اس کے بعد تابیدگی کے لیے الیکٹرک کے بجائے۔ سیٹون کا استعمال کیا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے تابیدگی کے ساتھ ساتھ اس میں موجود زائد چربی بھی مکمل کر باہر آ جاتی ہے۔ تیسرے مرحلے میں مضویا مردہ جسم میں تابیدگی کو برقرار رکھنے کے لیے اس پر ایک ایسے کیمیا کا طبع چڑھایا جاتا ہے جس کی وجہ سے فضا میں موجود نمی اس میں داخل نہ ہو سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں لوچ بھی پیدا ہو جائے۔ سلیکون کے پولیمر (Silicon Polymers) اور ”اپوکسی ریزن“ (Epoxy resin) نام کے مرکبات اس سلسلے

آج کے زمانے کی یہ میاں پرانے زمانے کی میوں کے مقابلے کہیں زیادہ اہمیت کی حامل ہیں۔ کیونکہ ان کے مطالعے سے کئی قسم کے لاعلاج امراض کی حقیقت پر سے پردہ اٹھتا ہے اور ان سے بچنے کے طریقے تلاش کیے جاتے ہیں۔



محفوظ کر کے ان کا باقاعدہ سائنٹفک مطالعہ کیا جا رہا ہے۔
جو انسان کی بہبودی میں کافی مددگار ثابت ہو رہا ہے۔...

لندن و برطانیہ کے دیگر شہروں
میں رہنے والے قارئین سائنس

نئی خریداری و تجدید خریداری کے لیے ہمارے
مقامی مگر اہل جناب سید شاہد علی صاحب سے رابطہ
قائم کریں۔

جناب سید شاہد علی صاحب

لندن - فون نمبر: 208-361-1517

مقابلے میں رائونڈس کی تعداد میں کمی کی۔ اس کے علاوہ آج
دماغ سے متعلق بہت سی لاء علاج بیماریوں کے علاج ڈھونڈنے
کے لیے ایسی بیماریوں سے مجروح شدہ دماغوں کا بغور مطالعہ
کیا جا رہا ہے۔ مثلاً آج "الزائمر" نام کی بیماری تیزی سے بڑھ
رہی ہے۔ جس میں انسان میں بھولنے کی عادت اس حد تک بڑھ
جاتی ہے کہ وہ دیرے دیرے اپنے وجود کو ہی بھول بیٹھتا
ہے۔ اسی قسم کی بہت سی لاء علاج بیماریوں پر قابو پانے کی
کوششیں کی جا رہی ہیں۔

آخر میں کہا جاسکتا ہے کہ پرانے زمانے میں بھلے ہی مردہ
اجسام کو بطور یادگار محفوظ کیا جاتا تھا۔ لیکن اس وقت بھی
سائنس اتنی ترقی کر چکی تھی کہ پورے جسم کو بے عرصے تک
جڑوں میں کی سرایت سے محفوظ کیا جانا ممکن تھا۔ لیکن آج سائنس
کی جدید تکنیکوں کی مدد سے ان اجسام کو زیادہ بہتر طریقے سے

INSTITUTE OF INTEGRAL TECHNOLOGY

Dasauli, P.O. Bas-ha, Kursi Road, Lucknow-226026

Phone # (0522) 290812, 290805, Fax # 91-522-290809, 387783

Institute of Integral Technology is a fast growing Engineering Institute approved by the U.P. State Government, recognised by AICTE, and affiliated to U.P. Technical University, Lucknow, Uttar Pradesh.

The Institute is situated at 13 km from Lucknow on Lucknow-Kursi Road in a peaceful, calm and quiet place.

The Institute provides a highly disciplined atmosphere, congenial to achieve sublimity in academic excellence.

This Institute has been conceived and planned by a group of dedicated and devoted Muslim intellectuals of Lucknow.

The Institute has started functioning from the year 1998. At the present, it offers the following five courses :

B. Tech. (4 years) Courses in Engineering

- ⊙ Information Technology
- ⊙ Computer Science & Engineering
- ⊙ Electronics Engineering
- ⊙ Mechanical Engineering

B. Arch. (5 years) Course in Architecture

Some new courses i.e. Computer & Communication Engg., Electronics & Communication Engg. and Town Planning are also to be launched in the near future

FACILITIES:

- 25 Acres sprawling campus on the green outskirts of Lucknow with modern buildings and additional 50 acres land under acquisition.
- Good hostel facilities for boys and girls.
- Transportation facilities for city students.
- Well-equipped Labs, Workshop and Library
- Modern Computer Centre with Pentium based PCs (COMPAQ) and varieties of softwares and Simulation Programs
- Guidance and counselling for Summer Training and Placement



مظاہرات کائنات اور سائنسی طریقہ تحقیق

ڈاکٹر عبدالباری سیوان

قسط: 2

مگروہ ان سے سوچتے نہیں، ان کے پاس آنکھیں ہیں مگروہ ان سے دیکھتے نہیں، ان کے پاس کان ہیں مگروہ ان سے سنتے نہیں، وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گئے گزرے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو غفلت میں کھو گئے ہیں۔ (الاعراف: 179)

☆ کوئی عقیقہ اللہ کے اذن کے بغیر ایمان نہیں لاسکتا اور اللہ کا طریقہ ہے کہ جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے وہ ان پر گندگی ڈال دیتا ہے۔ (یونس: 100)

☆ کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جس کا تمہیں علم نہ ہو یقیناً آکھ، کان اور دل سب کی ہی باز پرس ہوگی (بنی اسرائیل: 36)

☆ یقیناً خدا کے نزدیک بدترین قسم کے جانور وہ بہرے گوشتی لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔ (انفال: 22)

☆ ہمارے رب کی طرف سے ہماری روشتیاں آگئی ہیں۔ اب جو بیٹائی سے کام لے گا اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو اندھا بنے گا خود نقصان اٹھائے گا۔ میں تم پر کوئی پاسبان نہیں ہوں۔ (الانعام: 104)

☆ ہم نے اس آسمان اور زمین کو اور اس دنیا کو جو ان کے

آپ قرآن حکیم کا جس قدر مطالعہ کر کے اس پر غور و فکر کریں گے یہ حقیقت آشکار ہوگی کہ قرآن حکیم نے حواس سے کام لے کر مقصد تخلیق کائنات کو سمجھنے کے لیے پُر زور اپیل کی ہے۔ مظاہر قدرت کا مشاہدہ کرنا اور ان پر غور و فکر کر کے صحیح نتائج اخذ کرنے کی ذمہ

داری اپنے ماننے والوں کو دی ہے۔ اور وہ جو قرآن پڑھتے ہیں اس کے باوجود اس کی آیات سے سرسری طور سے گزر جاتے ہیں اور اس کی آیات پر غور و فکر نہیں کرتے انھیں سخت دست کہا گیا ہے ان کی ملامت مزمت کی گئی ہے۔ انھیں چوپایوں کی طرح گردانا گیا ہے اور عذاب جہنم کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔

☆ زمین میں چلنے والے کسی جانور اور ہواؤں میں اڑنے والے کسی پرندے کو دیکھ لو، ہم نے ان کی تقدیر کے نوشتہ میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ مگر یہ سب اپنے رب کی طرف سے جاتے ہیں مگر جو لوگ ہماری نشانوں کو جھٹلاتے ہیں وہ بہرے گوشتی ہیں اور

تاریکیوں میں پڑے ہوئے ہیں (الانعام: 38-39)

☆ اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے جن اور انسان ایسے ہیں جن کو ہم نے جہنم ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔ ان کے پاس دل ہیں



سخت باز پرس کرے گا اگر وہ ان قوتوں کو شیطانی عمل میں استعمال کرے۔

مذکورہ بالا آیات کی طرح اور بہت سی آیتیں انسانوں کو یہ ہدایت دیتی ہیں کہ مظہر کائنات کو نظر انداز نہ کریں اور کم از کم خدا پرست سائنسدانوں کی تو یہ فطرت ہوئی ہی چاہئے کہ وہ مظاہر کائنات پر پوری یکسوئی اور توجہ سے غور کریں اور اس کی حقانیت تک پہنچنے تک پوری مستعدی سے اپنے اس عمل کو جاری رکھیں۔ یہی دراصل سائنسی طریقہ تحقیق ہونا چاہئے۔ ساتھ ہی مظاہر کائنات سے جو نتائج برآمد کیے جائیں انھیں پوری احتیاط و ایمان داری سے پیش کیا جائے اور ان کو اسی پس منظر میں دیکھا جائے جس غرض کے لیے وہ ہو رہے ہیں۔

قرآن کے مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح طور سے سامنے آتی ہے کہ اللہ کی خالقیت و ربوبیت کے آثار کائنات کے مذکورہ بالا تینوں طبقوں میں واضح طور سے موجود ہیں۔ قرآن نے طبیعیاتی دنیا (Physical World) کی طرف توجہ دلاتے ہوئے چاند، سورج، ستاروں کی حرکت، برق و صاعق، ہواؤں کا چلنا، دن و رات میں فرق، بارش کا زمین کا بکھا ہونا اور الگ ہونا اور دیگر مظاہر قدرت کا ذکر کر کے ان کے مطالعہ و مشاہدے کی دعوت دی ہے۔ اگر ہم ان کی حقیقت و اصلیت پر غور کریں تو یہی طبیعیاتی سائنس کے زمرے میں آئے گا۔ اور فی زمانہ دراصل ان کا مطالعہ ہی طبیعیاتی سائنس ہے۔

اسی طرح حیاتیاتی علوم کی طرف توجہ دلاتے ہوئے قرآن حکیم نے زمین کی روئیدگی، غلہ کا پیدا ہونا، مختلف رنگوں اور ذاتوں کے پھل پھلنے سے ہر جاندار کی زندگی، کچھڑ سے انسان کی تخلیق اور پھر لیس دار مادہ سے ان کا وجود میں آنا وغیرہ وغیرہ کی حقیقت و اصلیت کو پوری طرح سمجھنے پر ابھارا ہے اور یہی حیاتیاتی سائنس کے زمرے میں آئے ہیں۔

پھر قرآن نے انسانی علوم کی طرف توجہ دلاتے ہوئے

درمیان ہے فضول پیدا نہیں کر دیا ہے۔ یہ تو ان لوگوں کا گمان ہے جنہوں نے کفر کیا ہے اور ایسے کافروں کے لیے بردہادی ہے جہنم کی آگ ہے۔ (ص: 27)

☆ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنا انسانوں کو پیدا کرنے کی بہ نسبت زیادہ آگاہی ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ اندھا اور بینا کیساں ہو جائے اور ایماندار و صالح اور بدکار برابر نظر ہیں مگر تم لوگ کچھ کم ہی سمجھتے ہو (المومن: 57-58)

☆ قدیم سے اس قماش کے لوگوں کا یہی طریقہ چلا آ رہا ہے۔ اگر ہم آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیتے اور وہ دن دہڑے اس میں چڑھنے لگتے تب بھی وہ یہی کہتے کہ ہماری آنکھوں کو دھوکہ ہو رہا ہے بلکہ ہم پر جادو کیا گیا ہے۔ (الحجر: 13-15)

☆ کیا ان لوگوں نے زمین و آسمان کے انتظام پر کبھی غور نہیں کیا اور کسی چیز کو بھی جو خدا نے پیدا کی ہیں آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا اور کیا یہ بھی انھوں نے نہیں سوچا کہ ان کی مہلت عمر پوری ہونے کا وقت قریب آگیا ہے (الاعراف: 185)

☆ ان سے پوچھو کہ ان کی پیدائش زیادہ مشکل کام ہے یا ان چیزوں کو جو ہم نے (کائنات) میں پیدا کر رکھی ہیں۔ میں نے ان کو لیس دار گارے سے پیدا کیا ہے (اللہ کے کرسھوں پر) تم حیران ہو یہ اس کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ (الصافات: 11-12)

☆ ہم نے زمیں و آسمان کو اور ان ساری چیزوں کو جو ان کے درمیان ہیں برحق اور ایک خاص مدت کے تعین کے ساتھ پیدا کیا ہے مگر یہ کافر لوگ اس حقیقت سے منہ موڑے ہوئے ہیں جن سے ان کو خبردار کیا گیا ہے۔ (الاحقاف: 3)

☆ جن لوگوں کو اللہ نے حواس خمسہ جیسی نعمتوں سے نوازا ہے اور اس کے استعمال کی صلاحیتیں بخشی ہیں اگر وہ لوگ ان کا صحیح مصرف نہیں لیتے بلکہ تعصب کی وجہ سے اپنی ان قوتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں تو ان سے اللہ ان قوتوں کے ضائع کرنے کا حساب لے گا۔ جو بھی انسان اپنی ان قوتوں کو اللہ کی مرضی کے مطابق فلاح انسانیت میں نہیں استعمال کرے گا اللہ ان سے



(Jeans کے مطابق اجرام فلکی کی بناوٹ، ان کے حیرت انگیز نظام، بے انتہا پنہائیوں اور فاصلوں، ان کی پیچیدہ راہوں اور مداروں (Paths and Orbits) نیز ان کی باہمی کشش کشش اللہ کی کبریائی بیان کرتے ہیں۔ وہ آگے کہتے ہیں کہ میں جب اللہ کی کائنات اور اس کے تخلیقی کارناموں پر نظر ڈالتا ہوں تو میری تمام ہستی اللہ کے جلال سے لرزنے لگتی ہے اور جب میں اس کی کبریائی کے آگے سرگوں ہو کر کہتا ہوں کہ تو ہی اس کائنات کا خالق و رب ہے تو میرے وجود کا ڈرہ ڈرہ میرا ہمنوا بن جاتا ہے۔ مجھے اجرام فلکی پر غور کرنے اور اللہ کے کارناموں کو سمجھنے میں کافی سکون ملتا ہے اور عجب خوش نصیب ہوتی ہے۔

جو لوگ مظاہر قدرت کا مطالعہ و مشاہدہ کرنے کے بعد بھی ان سے غلط نتائج اخذ کرتے ہیں ان کی آنکھیں تو ہیں مگر ان کے دل بند نہیں ہوتے۔

”آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں (وہ سب کچھ دیکھتی ہیں) مگر دل جو سینوں میں ہوتے ہیں اندھے ہو جاتے ہیں کہ غلط سوچے اور غلط نتائج نکالے ہیں۔“

لہذا علم کائنات کے متعلق اسلامی سائنس کی بنیاد یہی ہے کہ مصنوع (Creation) کو بغیر صانع (Creator) کے اور صانع کا علم بغیر مصنوع کے ممکن نہیں۔ یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ اگر ہم ایک کو چھوڑ کر دوسرے کا علم چاہیں گے تو نتائج صحیح نہ ہوں گے اور کائنات اپنا توازن کھودے گی۔ جس سے انسانیت خسارہ عظیم سے دوچار ہو جائے گی۔ اگر انسانیت کو پہچانا ہے تو کائناتی علوم خدا کے علم کے ساتھ ہی حاصل کرنا ہوں گے۔ اور اگر خدا کا علم چاہے ہیں تو یہ تو کائناتی علم کے بغیر ادھور ادھور ہو گا۔ بقول علامہ اقبال:

جہاں میں دانش و تیش کی ہے کس درجہ اور زانی
کوئی شے چھپ نہیں سکتی کہ یہ عالم ہے لورانی
یہ دنیا دعوت دیدار ہے فرزند آدم کو
کہ ہر مستور کو بخشا گیا ہے ذوق عربانی

انسانی تاریخ کے اہم واقعات، پے در پے انسانوں کا ظہور، انسانوں کا نیک و بد خوبی و ناخوبی کو پرکھنے کا معیار، قوموں اور تہذیبوں کا عروج و زوال وغیرہ وغیرہ کا ذکر کیا ہے اور یہ سب کے سب انسانی علوم کے زمرے میں آتے ہیں۔ لہذا اللہ جو اس کائنات کا نور ہے اور جس کے وجود سے اس کائنات کا ڈرہ ڈرہ روشن ہے اس کے بغیر اگر ہم اس کائنات کو لوہا لے کر مٹا دیں تو کچھ سمجھنے کی کوشش کریں گے تو ہمارا حال بالکل ویسا ہی ہو گا جیسے کوئی شخص برقی قلعے کو بھا کر گھٹا نوپ اندھیرے میں چیزوں کو نڈول رہا ہے اور وہ تجربات کا دھوکہ دے کر انسانی سماج کو پیچھے کی طرف لے جانے کی کوشش میں لگا ہے۔

ایک مومن مظاہر قدرت میں تخلیق و ترتیب، تحفظ و تجسس، جمیل تنظیم، رحمت و عقل، حکمت و علم، قدرت و زندگی اور بصارت و سماعت کے آثار دیکھتا ہے، اسے یہ بات بہت عجیب معلوم ہوتی ہے کہ کائنات کی تخلیق تو ہوئی ہے مگر بغیر کسی خالق کے۔ اس میں تحفظ تو موجود ہے مگر کوئی محافظ نہیں ہے۔ اس میں جمال تو ہے مگر کوئی جمیل نہیں ہے۔ علم و حکمت تو موجود ہے جس کی گواہی ہر ذرہ دے رہا ہے مگر کوئی علیم و حکیم نہیں ہے۔ بصارت و سماعت تو موجود ہے مگر بغیر بصیر و سمیع کے، اس میں تنظیم و ترتیب تو ہے مگر بغیر کسی منتظم کار کے۔

بلکہ سچائی تو یہ ہے کہ ایک خدا پرست سائنسدان کو یہ کائنات خدائی نشریات ہی لگتی ہے جس کا بھرپور اعتراف تمام بڑے بڑے سائنسدانوں نے کیا ہے۔ جارج واشنگٹن گارڈر (George Washington Garver) کہتے ہیں کہ ”میں مظاہر قدرت کو ایک لامحدود نشریات سمجھتا ہوں جن کے ذریعہ خالق کائنات ہر گھڑی ہم سے مخاطب ہے اور ہم اس کی آواز سن سکتے ہیں بشرطیکہ ہم اس نشریاتی آلے کا صحیح صحیح استعمال جانیں۔“

مشہور ماہر فلکیات پروفیسر جیمس جینس (Prof James



کیا یہ اپریل زراعت کیلئے سیاہ ہوگی

ڈاکٹر عبید الرحمن - فنی دہلی

ناڈو اور کیرالہ سے کسانوں کی خود کشی اور خود سوزی کے دل دوز واقعات سامنے آرہے ہیں۔ وہ اپنی طرز حیات سے گھبرا چکے ہیں۔ ان کی دن رات کی جانفشانی و عرق ریزی کا صلہ نہیں مل پا رہا ہے، ان کی زرعی پیداوار گوداموں اور خود ان کے پاس پڑی سڑ رہی ہے۔ یہ تمام باتیں ہمیں سوچنے پر مجبور کرتی ہیں اور خود احتسابی کی دعوت دیتی ہیں۔ آئیے ایک طائرانہ نظر مختلف ریاستوں اور وہاں کے کسانوں کے حالات پر ڈالیں۔

آج کرناٹک میں چاول کی قیمت 400 سے 500 روپے فی کوئٹل ہے جب کہ گزشتہ سال اس کی قیمت 730 سے 800 روپے کے درمیان تھی۔ حکومت نے اس کی کم از کم قیمت خرید (MSP) مختلف قسموں کے مطابق 450 اور 680 روپے کے درمیان طے کی ہے۔ مگر انیسویں کہ یہ قیمت بھی کسان کو نہیں مل پا رہی ہے۔ اسی طرح کئی کی قیمت جو گزشتہ سال 750 سے 950 روپے فی کوئٹل تھی اس سال

نیچے گر کر 300 سے 350 روپے تک آچکی ہے۔ جو ار کی قیمت گزشتہ سال 1200 سے 1300 روپے فی کوئٹل تھی مگر اس سال یہ قیمت 350 اور 400 روپے تک گر چکی ہے ابھی پانچ ماہ قبل تک اس ریاست میں پچاس کلو آلو کی قیمت 360 روپے تھی جو اب 150 روپے تک گر چکی ہے۔ تلہن کی فصلیں مثلاً مونگ پھلی، سورج مکھی اور سویا بین بھی خاطر خواہ فائدے نہیں دے پا رہی ہیں۔ فیرنگوں سے سستی قیمت پر غذائی تیلوں

زراعت ہمارے ملک کی معیشت کا نہایت ہی اہم حصہ ہے۔ ہماری 65 فیصد آبادی زراعت پر منحصر ہے اور یہی وجہ ہے کہ زراعت کو پھٹے کے طور پر اختیار کرنے والے لوگ ہمارے یہاں کسی بھی دوسری صنعت سے زیادہ ہیں۔ ایسی صورت میں زراعت اور اس سے منسلک لوگوں کے مسائل ہمارے لیے کتنے اہم ہیں یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں۔

بیشتر ترقی یافتہ ممالک میں 3 تا 4 فیصد لوگ ہی زراعت پر منحصر ہیں اور زراعت ان کے لیے ایک سود بخش پیشہ ہے۔

1994ء میں WTO کے ساتھ ہمارے ملک کی اس وقت کی حکومت نے جو معاہدہ کیا تھا اس کی رو سے یکم اپریل 2001ء سے دوسرے ممالک کی زرعی پیداوار کی ہمارے ملک میں آزادانہ تجارت یعنی Free Trade شروع ہو جائے گی۔

ہمارے ملک میں ایک بڑی آبادی زراعت کے مختلف کاموں میں مشغول ہے مگر انیسویں کہ 80 فیصد لوگوں کے پاس زمین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں جن پر وہ اپنی روزی کے لیے منحصر ہیں اور ظاہر ہے ایسے ٹکڑے انہیں حکم بھر روزی مہیا کرنے سے قاصر ہیں۔

ہمارے ملک میں غذائی یکساں

طور پر فراہمی اور تغذیہ کے مسائل سنگین صورت حال اختیار کئے ہوئے ہیں نیشنل فیملی ہیلتھ سروے کی 99-1998ء کی رپورٹ کے مطابق ہندوستان میں 4 سال تک کی عمر کے 47 فیصد بچے غذائی کمی کے شکار ہیں۔ اسی طرح نیشنل نیوٹریشن مونٹیرنگ بیورو کے مطابق 48.5 فیصد بالغ غذائی کمی کی لپیٹ میں ہیں اور مزید 20 فیصد اس زمرے میں آنے کو تیار ہیں۔

ہمارے کسانوں کے مسائل بھی گونا گوں ہیں۔ آج کل کی بیشتر ریاستوں خصوصاً آندھرا پردیش، کرناٹک، اڑیسہ، بہار، تامل



7.27 لاکھ ٹن رہ گئی ہے۔ یہاں ناریل کی کاشت میں 47 فیصد آبادی مصروف ہے اور ایسے 14 اضلاع ہیں جہاں ناریل بڑی تعداد میں اگایا جا رہا ہے۔ یہاں ناریل کے درخت کیتڑوں کے حملوں سے بری طرح متاثر ہیں۔ ایک سروے کے مطابق کل 223.45 لاکھ درخت کیتڑوں کی وجہ سے سوکھ چکے ہیں اور اس طرح 98,400 ہیکٹر کی کاشت برباد ہو چکی ہے۔ یہ سروے سال 1998-99 کا ہے۔

اس ریاست میں ربڑ کی کاشت 4.70 لاکھ ہیکٹر پر ہو رہی ہے جو یہاں کی قابل کاشت زمینوں کا 85 فیصد ہے۔ کیرالہ کے ریاستی پلاننگ بورڈ کے مطابق یہاں 7.5 لاکھ خاندان ربڑ کی کاشت سے اپنی روزی حاصل کر رہے ہیں۔ 1998-99 میں اس کی پیداوار 5.59 لاکھ ٹن تک پہنچ گئی یعنی ریاست کی کل پیداوار کا 92 فیصد صرف ربڑ کی کاشت سے حاصل ہوا۔ مگر قحب خیرات یہ ہے کہ آج بھی وہاں زیادہ تر چھوٹے کسان جن کے پاس 5 ہیکٹر سے بھی کم زمین ہے،

نیشنل فیملی ہیلتھ سروے کی
1998-99ء کی رپورٹ کے مطابق
ہندوستان میں 4 سال تک کی عمر کے
47 فیصد بچے غذائی کمی کے شکار ہیں۔

اس کی کاشت میں اپنی بھلائی سمجھ رہے ہیں۔ ایک قابل غور بات یہ ہے کہ ناریل کے تیل کو کھلے لائسنس (Open General Licence=OGL) کی گھرست میں شامل کر دیا گیا ہے اور درآمدی محصول (Import Duty) کو کم کر کے 25 فیصد سے 15 فیصد کیا گیا ہے جس کے نتیجے میں 97-1996ء میں ناریل تیل کی قیمت جو 5,553 روپے فی کوئٹل تھی ستمبر 2000ء میں گھٹ کر 2500 روپے فی کوئٹل رہ گئی۔ اب وہاں درآمد شدہ تیل کا سیلاب سا آگیا ہے۔ اپریل اور اکتوبر 1998ء کے دوران درآمد شدہ تیل (جن میں پاسولین بھی شامل ہے) کی مقدار 8 لاکھ ٹن تھی جو 1999ء میں دو گنی سے بھی زیادہ یعنی 16.7 لاکھ ٹن ہو گئی۔ ایسی صورت میں ریاست میں پیدا شدہ تیل کی قیمت متاثر ہوئی اور کسان بری طرح برباد ہوئے۔ اسی طرح ربڑ جو

کی درآمد سے یہ صورت حال پیدا ہوئی ہے۔ وہاں بہت سے کسانوں نے تھنی فصلیں اگانا چھوڑ دی ہیں۔ ایسے ہی ایک کسان سورابائی کا کہنا ہے کہ وہ ایک ایکڑ کی کاشت سے مونگ پھلی کی 30 تھیلیاں حاصل کر لیتا تھا۔ (ایک تھیلی میں 33 کلو مونگ پھلی آتی تھی) مگر اب صرف 10 تھیلیاں ہی مل پاتی ہیں اور ان کا بھی بازار نرم ہے لہذا اس نے اب چاول کی کاشت شروع کر دی ہے مگر یہاں بھی صورت حال نازک ہی ہے۔ کپاس کی پیداوار بھی متاثر ہو رہی ہے اشیائے خورد و پی اور اشیائے صرف کی درآمدات کے علاوہ جو دیگر اسباب حوصلہ شکن حالات کے ذمہ

دار ہیں ان میں فصلوں میں کیتڑوں اور بیماریوں کا لگنا، بڑھتی ہوئی لاگت، مٹی کی زرخیزی میں کمی، آجاشی کا ناقص انتظام، کھاد سے بھائی گئی راحت، ڈیزل کی قیمت میں اضافہ، جرائم کش ادویات کی قیمتوں میں اضافہ اور

مناسب قیمت پر تصدیق شدہ بیجوں کا دستیاب نہ ہونا وغیرہ قابل ذکر ہیں جو ہماری سنجیدہ توجہ کے طالب ہیں۔ یہ تمام وجوہات ملکی سطح پر برا اثر مرتب کر رہی ہیں۔

کیرالہ کی اکثریت ہمیشہ سے ناریل اور ربڑ کی کاشت میں مصروف رہی ہے۔ ان کے علاوہ چائے، کافی اور الائچی کی کھیتی بھی ہوتی رہی ہے مگر آج یہاں کی زرعی معیشت بھی درآمدات کی وجہ سے کافی متاثر نظر آرہی ہے یہاں زراعت پر برا اثر یوں بھی پڑا کہ خلیجی ممالک میں نوکری کرنے والی اکثریت نے زراعتی زمینوں کو خرید کر ان کی جگہ عمارتیں بنانا شروع کر دیں۔ گزشتہ 35 برسوں میں یہاں اشیائے خورد و پی بڑی مقدار میں درآمد کی گئی ہیں۔ چاول کی کاشت جو 8 لاکھ ہیکٹر پر ہو کر تھی اب صرف 3.53 لاکھ ہیکٹر پر ہو رہی ہے اور اس طرح چاول کی پیداوار 1.4 لاکھ ٹن سے گھٹ کر



14 روپے فی کلو پیکی جا رہی ہے۔ سونے دانے والا چاول 13 روپے فی کلو ہوا کرتا تھا جس کی قیمت اب 10 روپے فی کلو ہے۔ تامل ناڈو میں 7.5 لاکھ ٹن چاول کا فاضل ذخیرہ موجود ہے جسے رکھنے کی جگہ نہیں ہے۔

نٹار کی قیمت 10 روپے فی کلو ہے مگر 4 روپے فی کلو تک پہنچ چکی ہے۔ ظاہر ہے کسان اپنا رونا رو رہے ہیں مگر کوئی ایسا لائحہ عمل نہیں بن رہا ہے جو بہتری کی صورت پیدا کرے مثال کے طور پر یہاں کا فاضل ذخیرہ ایسی جگہوں پر بیچا جاسکتا ہے جہاں اس کی کمی ہے۔ کیرالہ میں یہاں سے چاول مناسب قیمت پر مہیا کر دیا جاسکتا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ چاول تامل ناڈو کے گوداموں میں سڑ جائے یا پانی میں بہا دیا جائے۔

آدمہر پردیش میں ذراعت ایک سنگین صورت حال اختیار کر چکی ہے۔ حالانکہ بہتر آہستہ کی سہولت مہیا کئے جانے پر یہاں اشیائے

خوردنی کی پیداوار میں اضافہ ہوا ہے 2000ء میں یہاں غلہ کی پیداوار 132 لاکھ ٹن تھی۔ سال رواں کے لئے ریاستی حکومت نے 163 لاکھ ٹن کا نشانہ رکھا ہے۔ مگر اس کے باوجود بازار کی حالت حوصلہ شکن ہے۔ یہاں چاول، آئل پام (Oil Palm) کی اور مرچ کی پیداوار استحصال کا شکار ہیں۔ عام قسم کے چاول کے لیے MSP 510 روپے فی کوئٹل اور عمدہ قسم کے لیے 540 روپے فی کوئٹل ہے مگر وہاں کسانوں کو 450 روپے سے زیادہ نہیں مل پاتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ MSP بھی لاگت پر آنے والی رقم سے کم ہی ملے گی مگر یہی۔ لہذا اس ریاست میں کسانوں پر کیا گزری ہے اس کا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ تقریباً 400 کسانوں نے خودکشی کر لی ہے۔

1996ء میں 52 روپے فی کلو تھا وہ ستمبر 2000ء میں 28 روپے فی کلو ہو گیا۔ اس کی خاص وجہ بھی در آمد ہی تھی۔ حالانکہ حکومت نے فروری 1999ء میں اس کی در آمد پر پابندی عائد کر دی تھی مگر اس کے باوجود 2000-1999ء کے دوران 16,436 ٹن ریزر غیر ممالک سے منگایا گیا جب کہ اپنے ملک میں اس وقت 1,87,965 ٹن ریزر کا ذخیرہ موجود تھا۔ 1995ء میں کیرالہ کے 9 لاکھ کسانوں نے ریزر 70 روپے فی کلو کے حساب سے فروخت کیا تھا مگر صد افسوس کہ آج وہی کسان صرف 26 روپے فی کلو کے حساب سے اسے فروخت کرنے پر مجبور

ہیں۔ اور یہ قیمت بھی حکومت کے اعلان شدہ MSP سے 8 روپے کم ہے۔ چائے کی کاشت بھی اثر انداز ہوئی ہے کیونکہ اب چائے بھی ہندوستان، سری لنکا آزاد تجارت معاہدے (FTA) کے تحت محصول سے آزاد اشیاء کی فہرست میں شامل کر لی گئی ہے۔ لہذا اب سری لنکا ہمارے ملک کو ہر سال 15,000 ٹن چائے مخلص

7.5 فیصد کے معمولی حصول پر مہیا کرے گا۔ کافی اور سیاہ مرچ پر بھی برا اثر پڑا ہے۔ آج وہاں سیاہ مرچ کی قیمت میں گراوٹ کا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ 1999ء میں یہ 22,600 روپے فی کوئٹل تھی جو اب صرف 12,000 روپے فی کوئٹل ہے۔ یہاں متحدہ ممالک مثلاً طیشیا، برازیل اور ویت نام مقابلہ میں کھڑے ہو چکے ہیں۔

تامل ناڈو میں چاول اور سبزیوں کی پیداوار اتنی بڑی مقدار میں ہوتی ہے کہ آج وہاں اس کی ذخیرہ اندوزی ایک مسئلہ بن چکی ہے اور قیمتوں میں خاصی گراوٹ آچکی ہے جس کا سب سے زیادہ اثر کسانوں پر پڑا ہے۔ وہاں چاول کی عمدہ قسم پونی جو 1999ء میں 19 روپے فی کلو فروخت ہو رہی تھی اب

پنجاب جیسی سبز ریاست کی حالت بھی اتر ہے۔ وہاں گزشتہ سال کی 12 لاکھ ٹن چاول اور 90 لاکھ ٹن گیہوں کی فاضل پیداوار ریاستی FCI کے گودام میں سڑ رہی ہے اور دوسری طرف حالت یہ ہے کہ بھوکے انسانوں کی اس ذخیرے تک رسائی نہیں۔



پہلے پنجاب سے گیہوں اور چاول خریدتے تھے، اب لینا بند کر دیا ہے اور اپنی ریاست میں پیداوار بڑھاتی ہے۔

یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ پنجاب کے وزیر مالیات جناب کنول جیت سنگھ نے تمام امور کے پیش نظر پنجاب میں سیاہ دونوں کی بشارت دی ہے۔ انھوں نے جالندھر میں 8 اگست 2000ء کو اپنی ایک تقریر میں کہا کہ ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن ہے (WTO) کے عہد میں غیر مناسب درآمدات کو بڑھاوا ملا ہے جو غذائی تیل میں زیادہ نمایاں ہے۔

جموں اور کشمیر میں سیب کے کاشتکاروں نے بھی اس کا خدشہ ظاہر کیا ہے کہ آسٹریلیا، نیوزی لینڈ وغیرہ سے پھلوں کی درآمدات سے ریاست میں پھلوں کی پیداوار اور اس سے حاصل منافع کی شرح بری طرح متاثر ہوں گی۔

ہمارے ملک میں جہاں غذا کی کمی کے باعث 30 کروڑ لوگ بھوکے سو جاتے ہیں، وہاں 40,000 ٹن غلہ FCI کے گوداموں میں سڑ رہا ہے۔ کیا یہ حیرت انگیز انکشاف نہیں؟

اگر ہمارے ریاستی حکومت نے کسانوں کی حالت زار کو دیکھتے ہوئے تحریک شروع کی ہے۔ جس کی ابتدا 13 دسمبر 2000ء کو چنارن کے بھتیجے راوا آشرم (جسے بابائے قوم مہاتما گاندھی نے قائم کیا تھا) سے ہوئی۔ وہاں سے شروع ہوا دیش بچاؤ گاؤں بچاؤ آندولن پورے ملک میں پھیلے گا۔ ریاستی حکومت نے مرکزی حکومت سے اپیل کی ہے کہ اس سال کی 80 لاکھ ٹن چاول کی پیداوار میں سے کم از کم 20 لاکھ ٹن مرکزی حکومت کی ماتحت ایجنسیاں MSP پر خریدیں اور ساتھ ہی یہ بھی مانگ کی ہے کہ FCI اپنا ایک مرکز ہرویلناک پر کھولے۔ ریاست یہ بھی چاہتی ہے کہ بہار میں کسی بھی دوسری ریاست سے غلے کی آمد پر پابندی عائد کر دی جائے۔ اسی قسم کا مطالبہ اڑیسہ کی حکومت نے بھی مرکز سے کیا ہے کیونکہ وہاں کے گودام بھی غلوں سے بھرے پڑے ہیں۔ وہاں پنجاب سے 50,000 ٹن چاول کی آمد سے پریشانی بڑھ گئی ہے۔ FCI کسانوں سے ان کے غلے نہیں

آندھرا پردیش میں 50,000 میکنٹر پر آئل پام کی کاشت ہوتی ہے اس کے باوجود ملیشیا اور انڈونیشیا سے پالمولین بڑی مقدار میں درآمد کی جا رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 8,000 کسانوں نے اس رویہ کے خلاف تحریک شروع کر دی ہے۔

نوڈا کورپوریشن آف انڈیا (FCI) کو اپنے وعدے کے مطابق 3 لاکھ ٹن چاول اور ریاستی حکومت کے ماتحت ادارے مارکفیڈ (Markfed) کو 7 لاکھ ٹن چاول آندھرا پردیش سے حاصل کرنا

تھا مگر افسوس کہ اس 10 لاکھ ٹن میں سے ایک لاکھ ٹن بھی حاصل نہیں کیا گیا۔

آندھرا پردیش 10 لاکھ ٹن چاول غیر ممالک کو اور 20-30 لاکھ ٹن دوسری ریاستوں کو مہیا کرتا رہا ہے۔ مگر گزشتہ دو

سالوں سے اس میں کمی آگئی ہے کیونکہ یہاں کا چاول عالمی بازار میں 5 ڈالر سے 10 ڈالر تک گرا کر قرار دیا گیا ہے۔ سوئچ پھلی کے لئے بھی بازار نہایت سرد ہے کیونکہ 1,220 روپے فی کوئٹل کوئٹل MSP کے مقابلہ میں کسانوں کو 1,100 روپے فی کوئٹل ہی مل رہے ہیں۔ اسی طرح کی 445 روپے فی کوئٹل MSP کے مقابلہ میں کسانوں کو صرف 320 سے 350 روپے فی کوئٹل ہی حاصل ہو پارہے ہیں۔

پنجاب جیسی سبز ریاست کی حالت بھی اتنے ہی ہے۔ وہاں گزشتہ سال کی 12 لاکھ ٹن چاول اور 90 لاکھ ٹن گیہوں کی فاضل پیداوار ریاستی FCI کے گودام میں سڑ رہی ہے اور دوسری طرف حالت یہ ہے کہ بھوکے انسانوں کی اس ذخیرے تک رسائی نہیں۔ اس سال کی 67 لاکھ ٹن چاول اور گیہوں کی پیداوار ابھی آتا باقی ہے۔ عوام کو مہیا کیے جانے والے غلوں میں چاول اور گیہوں کی بدتر قسم نے دوسری ریاستوں میں پنجاب کو بدنام کر دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آندھرا پردیش اور اڑیسہ جو



خرید رہی ہے۔

بار بار دہرائی ہے کہ زراعتی درآمدات پر محصول کی شرح زیادہ بڑھادی جائے گی اور اس سے ہمارے کسانوں پر کوئی برا اثر نہیں پڑے گا۔ مگر اوپر بیان کئے گئے حقائق کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہمارے کسان برآمدات کی وجہ سے متاثر ہو چکے ہیں اور روز بروز اس میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ کیا واقعی برآمدات کی ہماری یہاں اس قدر ضرورت ہے کہ ہم آنکھیں بند کر کے غیر ممالک کو اس کی اجازت دے دیں اور تمام اشیائے خوردنی کے لئے درآمدات کے دروازے کھول دیں جن میں غذائی تیل کے ساتھ ساتھ چاول گیہوں اور شکر وغیرہ بھی شامل ہوں۔ حکومت جن محصولوں کی باتیں کر رہی ہے اس کی طرف بھی کوئی واضح اشارے نہیں مل پاتا ہے ہیں کہ یہ محصول کیسے ہو گا اور ان پر کب عمل درآمد ہو گا۔...

زراعت سے وابستہ مذکورہ بالا تمام حقائق نہایت پریشان کن اور حوصلہ شکن ہیں۔ کیونکہ یہ حالات کوئی ایک ریاست کے نہیں بلکہ پورے ملک ان کی پیٹ میں ہے۔ آج بہت سارے سوالات جواب کے منتظر ہیں۔ ہمارے کسان اپنا خون پسینہ بہا کر جو غلہ پیدا کر رہے ہیں وہ کیوں خود ان کے پاس یا گوداموں میں پڑا سڑ رہا ہے۔ اس غلے کے خریدنے والوں کے کیوں کیوں ہے؟ ہمارے ملک میں جہاں غذا کی کمی کے باعث 30 کروڑ لوگ بھوکے سو جاتے ہیں، وہاں 40,000 ٹن غلہ FCI کے گوداموں میں سڑ رہا ہے۔ کیا یہ حیرت انگیز انکشاف نہیں؟ ہماری قوت خرید کیوں اس قدر کم ہے کہ غذا کی فراہمی کے باوجود اس تک ہماری رسائی ممکن نہیں؟ یہ اور ایسے متعدد سوالات آج ہماری معیشت کے لیے انتہائی اہم ہو چکے ہیں۔ اب معاملہ خود احتسابی کا ہے کہ کیا ہم ان مسائل کے سنجیدہ حل کے لیے دلچسپی رکھتے ہیں اور کوشاں ہیں؟

ایسے حوصلہ شکن حالات میں یہ خبر انتہائی رنج اور فکر سے سنی جائے گی کہ 1994ء میں WTO کے ساتھ ہمارے ملک کی اس وقت کی حکومت نے جو معاہدہ کیا تھا اس کی زد سے کم اپریل 2001ء سے دوسرے ممالک کی زرعی پیداوار کی ہمارے ملک میں آزادانہ تجارت یعنی Free Trade شروع ہو جائے گی۔ اس کے نتیجے میں کم اپریل 2001ء تک 2,714 ایسی اشیاء تھیں جن پر درآمداتی رکاوٹ تھی۔ ان میں سے 1,285 اشیاء کو اپریل 1999ء میں ہی OGL سے ہٹا دیا گیا۔ اس کے دوسرے ہی سال 715 دیگر اشیاء سے کنٹرول ہٹائے گئے اور کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہی۔ باقی بچی 714 اشیاء سے بھی کم اپریل 2001ء سے کنٹرول اٹھائے جائیں گے۔ اب جو صورت حال پیدا ہو گی اس کا کچھ کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے مگر یہ حقیقت تو بہر حال روشن ہے کہ ہمارے ملک میں غیر ملکی اشیائے خوردنی اور اشیاء صرف کی بغیر کسی رکاوٹ کے تجارت ہو گی جس کے اثر سے ہماری معیشت بھی نہ بچ سکے گی۔ حالانکہ حکومت اس بات کو

Topsan®

BATH FITTINGS

Top Performing Taps



**SERIES
DELUXE**

MACHINDOO TECH

DELHI Fax: 91-11-2194947 Email: topsan@nda.vsnl.net.in



کیا موبائل خطرناک ہے؟

ڈاکٹر عبدالمعز شمس، پوسٹ بکس 888 مکہ مکرمہ

فون پر محو گفتگو ہیں اور اچانک سنگل سرخ ہو گیا اور بڑی مشکل سے گاڑی پر قابو پاسکے۔ ایک ہاتھ اسٹیرنگ پر جس میں انگلیوں کے درمیان سکریٹ اور دوسرے ہاتھ میں موبائل کان سے چپکائے ہوئے دنیا دانیہا سے بے خبر سرگوشی فرما رہے ہیں۔ آپ میٹنگ میں بیٹھے ہیں۔ نہایت سنجیدہ اور اہم موضوع پر بحث ہو رہی ہے اچانک وہی سریلی موسیقی کی دھن بج اٹھتی ہے اور صاحب فون جھٹ گفتگو کو ملتوی کر کے کوئی کونا پکڑ لیتے ہیں یا کھڑکی کھول کر باہر جھک کر فون پر مخاطب ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔

بہر حال یہ آگہ جہاں اس دور کا سب سے مقبول وسیلہ ہے وہیں یہ ایک آفت بھی ہے۔ صاحب فون حضرات کی مختلف حرکتیں آپ کے مشاہدے میں بھی ہوں گی۔ پچھلے

آپ سنگل پر کھڑے ہیں۔ نہایت بے ڈھنگے پن سے بازو میں گاڑی آکر رکتی ہے۔ معلوم ہوا حضرت فون پر محو گفتگو ہیں اور اچانک سنگل سرخ ہو گیا اور بڑی مشکل سے گاڑی پر قابو پاسکے۔

دونوں ایک خبر اخبار میں شائع ہوئی کہ سولونین ائر لائنز (Solvenian Airlines) کے طیارے کو اچانک ایک دن ایمر جنسی طور پر اترنا پڑا چونکہ پائلٹ کو اطلاع ملی کہ جہاز میں آگ لگ گئی ہے۔ دن دے پر اترنے کے بعد معلوم ہوا کہ کسی صاحب کے سامان میں سیلر فون بج اٹھا جس نے پائلٹ کو غلط سنگل دے دیا اور غلط فہمی کے سبب جہاز کو تیزی سے اترنا پڑا۔ 4 فروری کے سعودی گزٹ کے پہلے صفحہ پر موبائل فون سے متعلق نمایاں خبر شائع ہوئی کہ ایک سعودی فوجی کپتان کو جہاز پر فون استعمال کرنے پر معز ہونے کی وجہ سے عدالت نے ستر کوڑے کی سزا سنائی۔ اسی خبر کے ساتھ نومبر 2000ء میں بھی

اس سال حرم شریف مکہ مکرمہ میں جن لوگوں نے ترواح پڑھی ہوگی تو امام حرم کی گزارش عشاء کی نماز کے فوراً بعد اور ترواح سے قبل ضرور سنی ہوگی۔ جس میں بڑی عاجزی کے ساتھ نمازیوں سے گزارش کی گئی تھی کہ اپنے موبائل فون کو نماز سے قبل بند کر لیں تاکہ نماز میں خلل پیدا نہ ہو اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھی جاسکے۔

جی ہاں! آپ عام دنوں میں بھی اکثر مسجد الحرام میں اس نغمے سے آگے کو کان سے لگائے لوگوں کو محو گفتگو پائیں گے چاہے وہ طواف کعبہ کر رہے ہیں یا حلاوت کلام پاک میں مصروف ہوں۔ حتیٰ کہ عین دوران نماز بھی مختلف موسیقی کی آوازیں آپ کو چو نکادیں گی جسے صاحب فون یا تو دوران نماز بند کرتے ہیں یا جھانک کر دیکھ لیتے ہیں کہ فون کرنے والا کون ہے تاکہ نماز کے بعد رابطہ قائم کیا جاسکے اور بعض تو نماز میں ہی اکثر جواب دیتے ہیں کہ میں ابھی نماز پڑھ رہا ہوں بعد میں بات کروں گا۔

میں نے کئی مسجدوں میں دروازے پر لور مسجد کے اندر دیواروں پر سیلر فون کی فوٹوئیں دیکھی ہے جس کے نیچے مختصر نوٹ لکھا ملتا ہے ”مہربانی فرما کر اپنے فون بند کر لیں۔“ مسئلہ صرف مساجد کا نہیں بلکہ ہر جگہ اس کے بجا اور بے جا استعمال کا مشاہدہ آپ کر سکتے ہیں۔ آپ سنگل پر کھڑے ہیں۔ نہایت بے ڈھنگے پن سے بازو میں گاڑی آکر رکتی ہے۔ معلوم ہوا حضرت



رپورٹرز کو تازہ ترین خبروں کے لیے تیار رہنا ہوتا ہے۔ ایسویلیس میں لمحہ لمحہ مریضوں کی کیفیت اسپتال تک پہنچانے اور ڈاکٹروں سے مشورہ میں ضرورت ہوتی ہے۔ اعلیٰ عہدیدار جو بڑی بڑی کمپنیوں میں ذمہ داری نبھاتے ہیں ایک دفتر سے دوسرے دفتر اور مخصوص افراد سے رابطہ قائم کرتے ہیں۔ سبز اور سرورس ٹیم کے افراد سیلولر فون کے ذریعہ مرکزی آفس سے رابطہ قائم کرنے میں اور خریداروں کے لیے فوری

مطلوبہ چیزیں مہیا کرانے میں اور کارکردگی کی رپورٹ مرکزی آفس کو دینے میں اسے استعمال کرتے ہیں۔ فرض افادیت کی تو ایک لمبی فہرست تیار ہو سکتی ہے۔ بعض اوقات یہ جان بچانے میں بھی کام آتا ہے۔ زلزلے میں بے گھر ہونے والے پناہ گزینوں یا بھرتیوں کے زلزلے میں بچنے جانے پر

فون استعمال کرنے والوں میں کچھ لوگ ایسے بھی پائے گئے ہیں جن میں مغز کا سرطان ہوا ہے لیکن یہ بات ذہن نشین ہونا چاہئے کہ اس قسم کا سرطان ان لوگوں میں بھی ہو سکتا ہے جنہوں نے فون استعمال نہیں کیا ہے۔

بھی یہ کام آتے ہیں۔

اس افادیت کے باوجود آج موضوع بحث جو باتیں سامنے آ رہی ہیں۔ وہ اس کے مضر اثرات سے متعلق ہیں جس میں کچھ افواہیں بھی ہو سکتی ہیں اور کچھ حقیقت بھی۔

ترقی پذیر سے زیادہ اس کا استعمال ترقی یافتہ ملکوں میں ہوتا ہے لہذا ظاہر ہے اس کے مضر اثرات انہی علاقوں میں زیادہ ہوں گے۔ ایک اندازے کے مطابق ساری دنیا میں مجموعی طور پر تقریباً 700 ملین لوگ سیلولر فون کا استعمال کرتے ہیں۔ (دنیا کی پوری آبادی کا 12 فیصد) امریکہ میں 8 کروڑ 20 لاکھ لوگ سیلولر فون کا استعمال کرتے ہیں اور ہر فرد اوسطاً 150 منٹ ماہانہ فون لگاتا ہے۔ ان میں سے ایک کروڑ بچوں کے پاس موبائل فون ہے۔ یہی صورت حال برطانیہ کی ہے

ایسے ہی ایک اتفاق میں جو کہ سے ریاض کی فلاح میں پرواز کے دوران فون کا جواب دینے پر بیس کوڑے کی سزا سنائی گئی تھی۔ لہذا جہاں سیلولر موبائل فون اس دور کی اہم ضرورت ہے وہیں اس کے مضر اثرات بھی سامنے آنے لگے ہیں۔ بعض حضرات کی یہ کمزوری بن جاتی ہے اور سیلولر فون کے عادی ہو جاتے ہیں۔

چند سال قبل میں ایک سعودی دوست کے ساتھ سارک (Saarc) ملکوں کے دورے پر تھا۔ مالدیپ سے دورہ شروع ہوا تھا جہاں میرے دوست کی بے چینی بغیر موبائل کے قابل دید تھی لگتا تھا جیسے وہ دنیا سے کٹ گیا ہو۔ سری لنکا پہنچ کر اس نے اپنی بے چینی عام فون سے دور کی۔ جب ہم لوگ دہلی پہنچے تو ایئر پورٹ پر اس کی مقامی نظریں کچھ حلاش رہی تھیں اور اچانک اس نے ہینڈ بیک میرے حوالے کیا اور ایک

اسٹال کی طرف تیزی سے بھاگا۔ مجھے حیرت بھی ہوئی اور میرے علم میں اضافہ بھی ہوا کہ ایئر پورٹ پر کرائے کا موبائل فون بہ آسانی ملتا ہے۔ منٹوں میں اس نے کریڈٹ کارڈ سے فون حاصل کیا اور میں اس کی خوشی دیکھتا رہا۔ پھر وہ تھا اور موبائل۔ اسے ہندوستان میں ایک روز قیام کرنا تھا اور بہتری خریداری بھی کرنی تھی۔ موبائل فون کی اہمیت کا میں اس روز قائل ہو گیا جب میں اس کے ساتھ دہلی میں ایک کہنی کے شوروم میں بیٹھا تھا۔ چند منٹوں میں اس کے حکم سے ساری فائل بذریعہ فیکس آپکی تھیں اور وہ مطلوبہ فائل میں غرق ہو چکا تھا۔

موبائل فون کی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا خصوصاً محکمہ پولیس جیسے گشتی کے دوران خاص ضرورت پڑتی ہے اور ڈیوٹی پر تعینات عملے سے رابطہ قائم رکھنا ہوتا ہے۔ اخبار کے



آلہ بے ضرر ہوتا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ان لہروں کی انرجی کی مقدار اگر زیادہ ہو جائے تو حرارت کی وجہ سے جسم انسانی میں نقصان کا سبب بن سکتی ہیں (جیسا کہ کھانا پکانے میں مائیکرو ویو شعاعیں گوشت کو بھون کر رکھ دیتی ہیں)۔ اگرچہ ریڈیو فریکوئنسی صحت کے لیے کسی قدر اور کس طرح مضر ہے اس کی تحقیق نہیں ہو پائی ہے مگر بھی سائنسدانوں کے لیے یہ کہنا بھی اتنا ہی مشکل ہے کہ موبائل فون کا استعمال بے ضرر ہے۔ کسی طرف سے واضح ثبوت سامنے نہیں آئے اور یہ موضوع بحث ہے۔

دراصل شکوک و شبہات ریسرچ کے طریقہ کار سے متعلق ہیں۔ جانوروں پر ان شعاعوں کا تجربہ کرنے پر بعض جانوروں میں کوئی بھی تبدیلی نہیں آئی مگر بعض میں کینسر (سرطان) پیدا ہوئے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا چوہ اور اس طرح کے جانوروں پر تجربے کے بعد انسانوں پر بھی ایسی تبدیلی مانی جاسکتی ہے؟ فون استعمال کرنے والوں میں کچھ لوگ ایسے بھی پائے گئے ہیں جن میں

بالغ اور نوخیز بچوں میں سیلولر فون کے استعمال سے نقصانات کے علاوہ ڈرائیونگ کے وقت فون کا استعمال ایک خطرناک عمل ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ ڈرائیونگ کے وقت یکسوئی چاہئے ہوتی ہے۔ جو ڈرائیونگ کے وقت فون پر بات کرنے میں نہیں ہو سکتی اس کے علاوہ شعاعیں بھی ذہن و دماغ پر اثر ڈالتی ہیں۔

مغز کا سرطان ہوا ہے لیکن یہ بات ذہن نشین ہونا چاہئے کہ اس قسم کا سرطان ان لوگوں میں بھی ہو سکتا ہے جنہوں نے فون استعمال نہیں کیا ہے۔ امریکہ میں ایک لاکھ میں ہر نئے چھ افراد کو مغز کا سرطان ہوتا ہے۔ اگر مان لیں کہ 90 ملین افراد سیلولر فون کا استعمال کرتے ہیں تو ہر سال 14800 اشخاص فون استعمال کریں نہ کریں سرطان ہو گا ہی۔ لہذا ایسا کہنا کہ فون سے ہی کینسر ہوتا ہے غلط ہو گا۔

اس کے علاوہ دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ فون کے استعمال سے مخصوص قسم کا سرطان ہونا چاہئے اس کے لیے قاعدے سے

جہاں ڈھائی کروڑ سے زیادہ لوگ (تقریباً نصف آبادی) موبائل فون استعمال کرتے ہیں اور اس میں سے ایک چوتھائی کم سنی یعنی 18 سال سے کم عمر والے بچے ہوتے ہیں۔

سیلولر فون کے عام ہونے کے بعد چھ میگیوئیں شروع ہو گئی ہیں اور اس کے استعمال سے جسم انسانی پر بے اثرات کا اندازہ جیزی سے ہونے لگا ہے۔

برطانیہ میں سات ملین پاؤڈ (10 ملین ڈالر) صرف اس کی تحقیق پر لگائے جا رہے ہیں اور معلومات عامہ کے لیے پوسٹ آفس، سوپر مارکیٹ، ڈاکٹروں کی کلینک میں موبائل فون کے مضر اثرات کی جانکاری دی جا رہی ہے۔ حکومت نے ٹیلی فون بتانے والی کمپنیوں کو بھی حکم دیا ہے کہ اس کے مضر اثرات کے سلسلہ کا لٹریچر فون کے خریداروں کو فون کے ساتھ فراہم کرائے اور خصوصاً بچوں کے لیے محدود استعمال کا مشورہ دیا جائے۔

امریکہ کی Cellular Telcom Industries Association (CITA) کے احاطہ میں تمام فون بتانے والوں کو (Specific Absorption Rate (SAR کے اعداد و شمار آسان زبان میں مہیا کرانے ہوتے ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سیلولر فون کا استعمال باعث تشویش کیوں ہے؟

دراصل موبائل فون استعمال کے وقت مائیکرو ویو کی حدود میں خفیف لہریں خارج کرتا ہے لیکن عام حالت میں یہ



دنیا بے طب کے مشہور جریدے لیسٹ (Lancet) کے نومبر 2000ء کے شمارے میں سیلولر فون کے خطرناک نتائج سے آگاہ کر دیا گیا ہے اور بچوں کے سیلولر فون کے استعمال سے ہونے والی کیفیات کو بیان کیا گیا ہے جس میں بچوں کی یادداشت میں کمی، نیند میں خلل اور سر درد کی عام شکایت کا ذکر ہے۔ تقریباً ایک کروڑ بچے امریکہ میں موبائل فون استعمال کرتے ہیں اور آنے والے دنوں میں 3 میں سے دو امریکن بچوں کے پاس اپنا سیلولر فون ہوگا۔ دبا

ن کے بچے آزادی اور سماجی میل ملاپ کے لیے فون رکھنا چاہتے ہیں۔ والدین بھی بچوں کو فون فراہم کر کے بچوں سے فون کے ذریعہ رابطہ قائم کر کے اپنے فرائض سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں۔ البتہ یہ ہے کہ ان تنبیہات اور نقصانات

کے باوجود مختلف کمپنیاں بچوں میں کشش پیدا کرنے کے لیے شوخ رنگ، ہیرے جیسے چمکنے والے لسیٹا اور زیبرا کے ڈیزائن کے غلاف یا مشہور کارٹون والی عام شکلیں جیسے مکی ماؤس (Micky Mouse) پنک پنٹر (Pink Panther) وغیرہ فراہم کرتی ہیں۔

بالغ اور فوجی بچوں میں سیلولر فون کے استعمال سے نقصانات کے علاوہ ڈرائیونگ کے وقت فون کا استعمال ایک خطرناک عمل ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ ڈرائیونگ کے وقت یکسوئی چاہئے ہوتی ہے۔ جو ڈرائیونگ کے وقت فون پر بات کرنے میں نہیں ہو سکتی اس کے علاوہ شعاعیں بھی ذہن و دماغ پر اثر ڈالتی ہیں۔ ایک بین الاقوامی سروے کے مطابق سیلولر فون حادثات میں چار گنا اضافہ کرتے ہیں اور فون پر گفتگو کے پانچ منٹ بعد تک ان شعاعوں کے اثرات باقی رہتے ہیں۔

موبائل فون کے استعمال کرنے والوں میں سرطان اور ایسے لوگ جو بغیر استعمال کے سرطان کا شکار ہیں، دونوں کے درمیان موازنہ ہونا چاہئے جسے ریسرچ کی زبان میں Case Control Study کہتے ہیں جب ہی معلوم ہو سکتا ہے کہ آیا فون کے استعمال سے ہی سرطان ہوتا ہے یا کوئی اور سبب ہے۔

بہر حال کسی خاص نتیجہ تک پہنچنے تک مناسب تو یہ ہے کہ اس ممکنہ خطرے سے بچنا ممکن ہو چکا جائے۔ خاص کر مدت استعمال کا لحاظ کیا جائے۔ طویل مدت تک گفتگو والے اشخاص ظاہر ہے خطرات کے زیادہ قریب ہوں گے۔ دوسرے مناسب

ایک بین الاقوامی سروے کے مطابق سیلولر فون حادثات میں چار گنا اضافہ کرتے ہیں اور فون پر گفتگو کے پانچ منٹ بعد تک ان شعاعوں کے اثرات باقی رہتے ہیں۔

یہ ہے کہ ایسے آلے کا استعمال کیا جائے جس کے اندر (Antenna) موجود نہ ہو بلکہ دور ہو جیسے کار والے فون میں ہوتا ہے۔ تیسری شکل یہ ہے کہ ممکن ہو تو ایر پیس (Ear Piece) کان میں لگائیں اور اصل فون کو

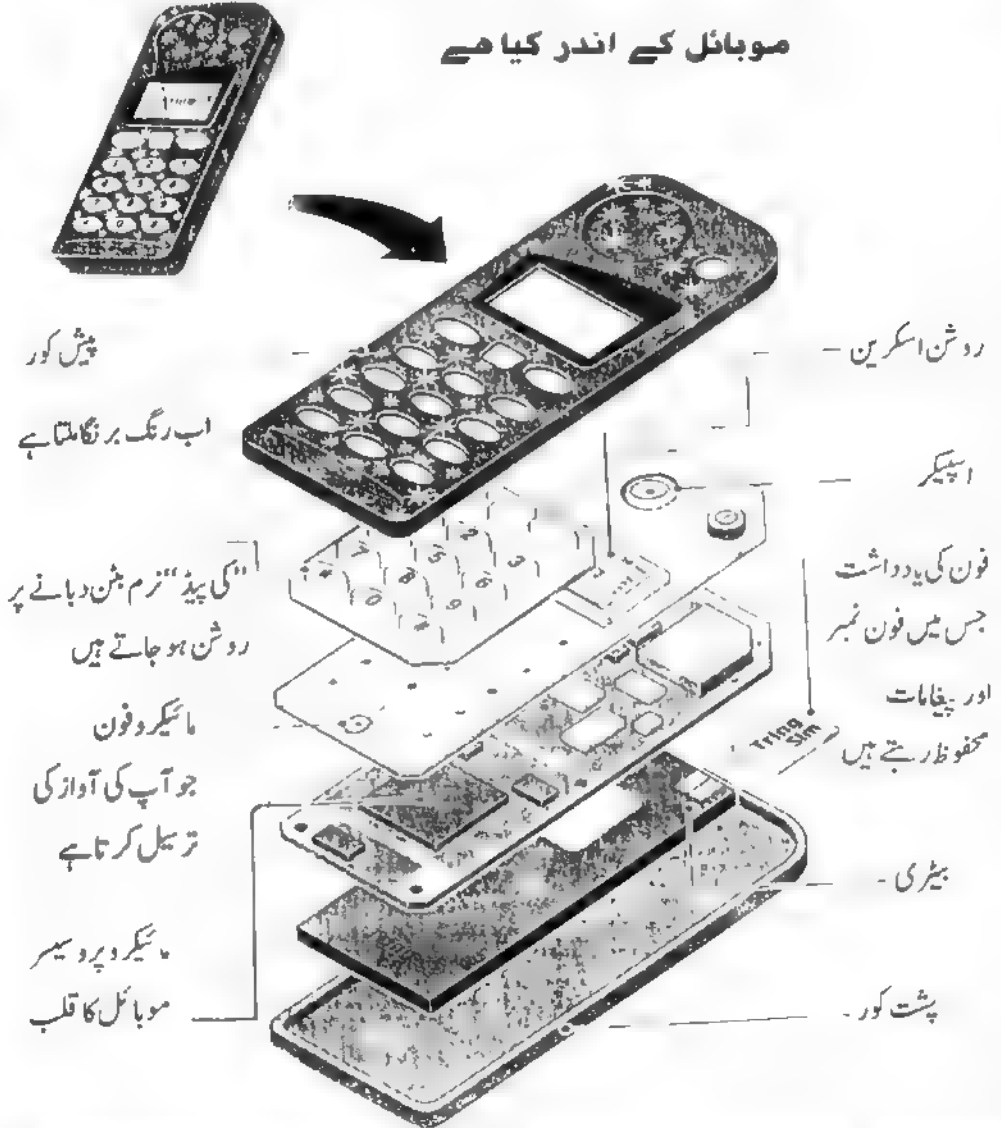
سکر کے آس پاس رکھیں تاکہ شعاعوں سے بچ سکیں۔ جیسے کورڈ لیس (Cordless) ٹیلی فون میں اصل یونٹ کہیں اور رکھا ہوتا ہے اور بات کرنے اور سننے کا آلہ آپ کے پاس ہوتا ہے۔ دوسری اہم اور قابل فکر بات بچوں کے موبائل فون کے استعمال سے متعلق ہے۔ چونکہ شعاعوں کا اثر بچوں کی نازک کھوپڑی کی ہڈی اور اس کے اندر پرورش پانا نازک و لطیف مغز خفیف سی شعاعوں سے بھی متاثر ہو سکتا ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ آپ کی کار میں ریڈیو بج رہا ہے اور سڑک پر کوئی High Tension Wire گزر رہا ہو۔ آپ کی کار جب اس کے نیچے سے گزرتی ہے تو امپاکنگ ریڈیو میں کڑکڑاہٹ شروع ہوتی ہے اور ریڈیو بجتے بجتے رک جاتا ہے۔ تقریباً یہی کیفیت بچوں کے دماغ کے اندر دوڑ رہے خفیف کرنٹ کے سرکٹ اور کارکردگی کی ہوتی ہے۔



استعمال کرنے والوں میں آنکھوں کے اندر Uveal Melanoma نام کا کینسر ہو رہا ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے اس قسم کے کینسر کے 118 مریضوں کا معائنہ کیا اور پھر تفصیلی تجزیے کے بعد یہ انکشاف کیا ہے۔ ان کا کہن ہے کہ آنکھوں کے اندر آبی مادہ ان شعاعوں کو جذب کر لیتا ہے۔۔ (باقی صفحہ 32 پر)

ممکن ہے ٹائمز آف انڈیا کا 15 جنوری کا شمارہ آپ کی نظر سے گزرا ہو جس میں Epidemiology نام کے جریدے میں جرمنی کی ایک یونیورسٹی کے ڈائریکٹر اینڈرسن اسٹینگ (Anderson Stang) نے انکشاف کیا ہے کہ سیلولر فون کے

موبائل کے اندر کیا ہے



مائیکرین

ڈاکٹر سید راحت حسن
فنی دہلی



دیتے ہیں۔ بعض لوگوں کو اپنے چہرے کی ایک جانب، منہ کے ارد گرد یا ایک بازو کے نیچے کی طرف یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ جگہ سن ہو گئی ہو یا سنناٹ ہو رہی ہو۔ اسی کے علاوہ بعض مریضوں کو ٹکان بھی محسوس ہوتی ہے۔

4۔ فقیہ کی ممکنہ وجوہ مندرجہ ذیل ہو سکتی ہیں:
(الف) ذہنی دباؤ جس میں غصہ، پریشانی، اضطلاح (Depression)، جوش اور صدمہ شامل ہیں۔



(ب) زیادہ ورزش، زیادہ کام، معمول میں تبدیلی یا آب و ہوا میں تبدیلی۔

(ج) بعض لوگوں کو کھانا نہ کھانے سے یہ تکلیف ہو جاتی ہے اور بعض کو کسی خاص غذا مثلاً چاکلیٹ، پنیر یا دودھ سے بنی ہوئی اشیاء، تلی ہوئی چیزوں یا ترش پھلوں کے استعمال سے یہ تکلیف ہو سکتی ہے۔

(د) تیز روشنی، جلتی بجھتی روشنی، شور اور تیز بو بھی اسکے اسباب میں شامل ہیں۔

(ه) بعض عورتوں کو ماہواری اور مانع حمل گولیوں سے فقیہ کی تکلیف ہو جاتی ہے۔

1۔ درد شقیہ یا "آدھا سیسی کا درد" عموماً آدھے سر میں دائیں یا بائیں طرف ہوتا ہے بعض مریضوں کو سارے سر میں بھی ہونے لگتا ہے۔ اس صورت میں ایک طرف زیادہ اور ایک طرف کم ہوتا ہے۔ یہ درد اکثر مریضوں میں سورج نکلنے کے وقت شروع ہو کر آہستہ آہستہ شدید ہو تا رہتا ہے اور دوپہر کے بعد بتدریج کم ہو کر شام کے وقت بالکل دور ہو جاتا ہے۔

2۔ علامہ برہان الدین نقیسی نے اس مرض کی تعریف یوں کی ہے "یہ ایک قسم کا سردرد ہے جو عموماً نصف سر میں اور اکثر پورے سر میں ہوتا ہے۔ یہ وقفہ وقفہ سے آتا ہے۔ بیماری کے دوران متلی اور تھکے بھی ہوتی ہے۔" حکیم جالینوس نے اس مرض کی تعریف اس طرح کی ہے "یہ درد سر، سر کے ایک پہلو کی کمزوری کا امتحان کرتا ہے، درد سر کے وسط تک پہنچتا ہے اور جب دماغ کی جملہ تک پہنچتا ہے جو اسے دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے تو وہاں تک جا کر رک جاتا ہے۔ یہ عام طور سے ہر وقت قائم رہتا ہے۔"

3۔ شقیہ خاصا عام ہے اور برطانیہ میں ہر دس میں سے ایک شخص اس مرض میں مبتلا ہوتا ہے۔ عورتوں کو یہ تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔ اندازہ یہ ہے کہ شقیہ میں مبتلا عورتوں کی تعداد مردوں سے تین گنا زیادہ ہوتی ہے۔ آدھے سر کا یہ درد کسی بھی عمر میں ہو سکتا ہے۔ شقیہ کا حملہ چارے بہتر گھنٹے تک جاری رہ سکتا ہے۔ شقیہ کے دس مریضوں میں سے ایک مریض عام طور سے ایسا ہوتا ہے جسے کچھ دیر پہلے اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس درد کا حملہ ہونے والا ہے۔ اکثر درد سر شروع ہونے سے ایک گھنٹہ پہلے سے مریض پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ کسی چیز پر نظریں جماتے وقت آنکھوں کے سامنے جگنو سے چپکنے لگتے ہیں، نیز می میٹر می لکیریں بننے لگتی ہیں اور سیاہ جیسے دکھائی



سر پر مالش بھی سکون دیتی ہے۔

نوشادر ایک تولہ اور کافور ایک ماشہ کو ہارک پیس کر ایک شیشی میں رکھ چھوڑیں۔ اس کے سو گھنٹے سے آدھا سیسی کے درد کو آرام ہو جاتا ہے۔

6۔ غذا پر ہیز:

جب تک درد شدید رہے کوئی غذا نہ دیں، البتہ جب درد رفع ہو جائے یا کم ہونے لگے تو شور باچانی یا مومک کی دال یا لوی، ٹنڈا، تورکی جیسی سبزی یا کچڑی یاد لیہ دیں۔ پھل حسب پسند کھائے جاسکتے ہیں۔ ان کے علاوہ ہر قسم کی دیر ہضم قابض بادی غذاؤں جیسے آلو، اروی، بیٹکن، گو بھی، پتے اور اڑو کی دال سے پرہیز کرائیں۔ صبح کی سیر کو معمول بنالیں۔ ●●●

(و) نیند کی کمی، نیند کی بے قاعدگی اور دانت پیسنے سے بھی یہ شکایت لاحق ہو جاتی ہے۔

تاہم اب بھی یقینی طور پر یہ جاننے کے لیے تحقیق جاری ہے کہ شقیقہ کا حملہ کس وجہ سے ہو تا ہے۔

5۔ علاج:

چونکہ یہ مرض وقفہ دے کر آتا ہے اس لیے دورے کے وقت سر بیض کو تاریک مقام پر جہاں روشنی اور چمک نہ ہو، آرام اور سکون کے ساتھ لٹائیں اور اسے ہر قسم کے مشاغل اور تفکرات سے دور کریں۔ دوسری شدت کو کم کرنے کے لیے قرص صداع ایک عدد یا دو اے او جارج چار رتی یا قرص مسکن ایک عدد پانی سے کھلائیں، کوئی اچھی بام سر پر ملیں، اگر قبض ہو تو رات کو سوتے وقت قرص ملین دو عدد یا اطرینفل زمانی دس گرام پانی سے کھلائیں۔ روغن دھنیا کی

بقیہ : کیا موبائل خطرناک ہے ؟

___ اور آنکھوں کی پرتوں کے اگلے حصے Uvea میں Melanocyte نام کے خلیے میں وسعت پیدا ہوتی ہے اور تعداد میں اضافہ ہوتا ہے جس کے سبب یہ کینسر ہو تا ہے۔

ان سارے خدشات، نقصانات اور تنبیہات کے باوجود آج کے دور میں یہ آلہ مقبولیت کی انتہا کو پہنچ گیا ہے اور شاید ایک وقت ایسا آئے گا جب نو تھ برش کی طرح سب کا جدا جدا فون ہو گا۔

ہندوستان میں موجودہ موبائل فون کی سہولتوں کے علاوہ بھارت سپر گم لمیٹڈ نے 16 بلین روپے صرف موبائل فون کی خدمات پر لگانے کا منصوبہ بنالیا ہے جس سے کم از کم 600 ہندوستانی شہروں میں یہ سہولت مہیا ہوگی۔ بھارت سپر گم لمیٹڈ کے منصوبے کے مطابق دو سال کے اندر چار بلین فون کی لائنیں فراہم ہو جائیں گی جس میں سب سے پہلے کلکتہ، ہلدیہ، پٹنہ، حیدر آباد اور چنئی میں بہت جلد یہ سہولت حاصل ہو جائے گی۔ ●●●

دہلی میں اپنے قیام کو خوشگوار بنائیے
شاہجہانی جامع مسجد کے سامنے

حاجی ہوٹل

آپ کا منتظر ہے

آرام دہ کمروں کے علاوہ

دہلی اور بیرون دہلی کے واسطے

گازیاں، بسیں، ریل و ایئر بکنگ

نیز پاکستانی کرنسی کے تبادلے کی سہولیات

بھی موجود ہیں۔

فون نمبر: 326 6478

بلیک ہول

ڈاکٹر مظفر الدین فاروقی - شکاگو

جان سکا ہے۔

ذیشان : یہ صحیح ہے کہ ہم آبادی کے تناسب سے Fossil Fuel کا اتنا استعمال نہیں کر رہے ہیں جتنا کہ صنعتی اعتبار سے ترقی یافتہ ممالک کر رہے ہیں۔ لہذا اس مسئلے کو انڈسٹریل کیمسٹری کی عینک سے نہیں دیکھنا چاہئے۔ چند بڑے شہروں کو چھوڑ کر ہمارے ملک کی سڑکوں پر کاریں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ لہذا کاربن ڈائی آکسائیڈ پلوشن ابھی ہمارے لیے بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ کلوروفلوروکاربن پلوشن بھی ہمارے لیے کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ ہائیڈروکاربن، سلفر ڈائی آکسائیڈ اور نائٹروجن آکسائیڈ کا اخراج کرنے والے ہمارے پاس چند ہی کارخانے ہیں۔ لہذا ہمارے ملک کے اوپر کائناتی حلقہ بہ حیثیت مجموعی درجہ حرارت کو بڑھانے والی گیسوں اور ایئر رین پیدا کرنے والی گیسوں سے بڑی حد تک پاک ہے۔

فرحانہ : تو پھر ہم اس موضوع پر کیوں وقت ضائع کر رہے ہیں؟

سرور : سوچنا پڑے گا۔ کہ وارض ایک گلوبل ویلج بننا چاہا ہے اور اکیسویں صدی میں جب پوری طرح سے بن جائے تو۔ پھر کیا ہوگا۔

(فرحانہ جمال غور سے سرور ملک کی طرف دیکھتی ہیں۔ اور چند سکند غور کرنے کے بعد کچھ کہنا چاہتی ہیں۔ لیکن فرحانہ کے زبان کھولنے سے پہلے احمر جمال گویا ہوتے ہیں)

احمر جمال : میں ایک بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ امریکن کانگریس نے سوپر سائیک جیٹ (SST) کی اسکیم کو آگے بڑھنے نہیں دیا۔ کیونکہ ان جہازوں کے دھویں میں نائٹروجن آکسائیڈ کافی مقدار میں پلایا جاتا ہے۔

فرحانہ : شکریہ سرور ملک صاحب! آپ کے ایک جملے نے

احمر جمال ایک باحالیاتی سائنسدان ہے جو انسانوں کے ماحول ماحول کی چابی پر فکر مند ہے۔ احمر جمال ماحول دوست صنعت کار ہیں۔ ان کا گروپ عوام میں بیداری لانے کے لیے "ہم تو" (اے "یعنی" "یوم الارض" منانے کا فیصلہ کرتا ہے اس موقع پر عوام کو ماحولیاتی مسائل سے واقف کرنے کے لیے دو لوگ ایک ویڈیو کیسٹ تیار کرتے ہیں، گرین ہاؤس ایفکٹ اور تیزابی بارش کے خطرات سے عوام کو واقف کرانے کے لیے کتابچے تیار کرتے ہیں۔ احمر جمال کے لیکچر کا ویڈیو بناتے ہیں۔

سین : 31

احمر جمال کا آفس۔ میننگ جاری ہے۔ ویڈیو کیسٹ ختم ہوتا ہے۔ سرور ملک اٹھ کر بیوی آف کر دیتے ہیں فرحانہ : یہ لیکچر بہت ہی مناسب ہے (میز پر پڑے ہوئے کتابچوں سے ایک کتاب اٹھ کر صفحہ الٹتی ہیں) اور اس کتابچے میں کافی مواد جمع کر دیا گیا ہے۔

عالم : ہمارے پاس جو سلائیڈز ہیں کیا آپ انہیں دیکھنا پسند کریں گی۔

فرحانہ : اس وقت

عالم : ہاں ابھی

فرحانہ : جی! اس وقت نہیں۔ آپ ان سلائیڈز کی فوٹو کاپی کروالیں۔ اور ذیشان کے حوالے کر دیں۔ ہم اس ویڈیو کیسٹ کا متن ان سلائیڈز سے جوڑ کر کتابچے کو فائنل شکل دے سکتے ہیں۔ لیکن اصل سوال یہ ہے کہ ہمارے ملک کی صنعتی ترقی کو سامنے رکھا جائے تو گلوبل وارمنگ اور ایئر رین دونوں مسئلے ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔

احمر : اس بارے میں حتمی فیصلہ کرنے سے پہلے ذیشان کی رائے لے لو۔ کیونکہ ایک انڈسٹریل کیسٹ اس بارے میں بہتر



المونیم کین، شیشے کی بوتلیں اور ایروسل اسپرے کین۔
صنعت کار نمبر 3 مسز منجوالی شیخ، مشین ٹولز اور سینٹ
ٹیکٹری۔ صنعت کار نمبر 4 مسز قاسم مشرقی، کارمنٹ فیکٹری
اور صنعت کار نمبر 5 مسز عبدالستار مین، پیٹروکیمیکل
(Petrochemical) اور ریفائنری (Refinery) میننگ
مسز قاسم مشرقی کے آفس میں ہو رہی ہے۔ سب سے پہلے
قاسم مشرقی نے فون اٹھا کر اپنے سکریٹری کو ہدایت دی۔
قاسم مشرقی : کامران! دیکھو ہماری میننگ شروع ہو رہی
ہے۔ سارے فون ہولڈ (Hold) کر لینا۔ میننگ ختم ہونے تک
کوئی فون میرے آفس میں نہیں آنا چاہئے۔ (فون رکھ کر وہ
سب کی طرف دیکھتے ہیں۔ مسز عیر علی ملانی گفتگو میں چاہل
کرتے ہیں)

عیر علی ملانی : یہ اختر جمال صاحب کو آخر ہوا کیا ہے۔
ملک کی صنعت کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔
مشرّب خاں : اختر جمال کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔
امریکہ سے تعلیم حاصل کر کے جو صاحبزادے تشریف لائے
ہیں ان کے دماغ میں یہ سودا سلیما ہے۔
منجوالی شیخ : مسز باگلی والا! آپ اس پر بھی تو غور کیجئے۔
جمال صاحب کا کاروبار اچھا خاصا چل رہا ہے۔ انھیں اپنے
صاحبزادے کو اس بات کی اجازت نہیں دینی چاہئے تھی۔
قاسم مشرقی : ممکن ہے مسابقت کی دوڑ میں وہ ہمت
ہار رہے ہوں۔

عبدالستار مین : مگر محترم قاسم صاحب! آپ مجھے بتائیے۔
ان کا Competition ہے کس سے۔ فرنی لائزر کے شاید ملک
میں تین ہی کارخانے ہیں۔ اور مانگ اتنی ہے کہ ایسے اور 4،
5 کارخانے آسانی سے چل سکتے ہیں۔ البتہ کلاتھ ملز تھوڑا سا
Tough کاروبار ہے۔ لیکن ہمارے کپڑوں کی جو مانگ باہر کے
ملکوں میں ہے اس کے پیش نظر جمال انڈسٹریز کو زور دینے
کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

عیر علی ملانی : جناب ستار صاحب! پھر آپ ہی بتائیے

ذہن کی بہت ساری گرہیں کھول دی ہیں۔ امریکہ کے لوپر کا
کرہ ہوا تو گرم ہوا یا ایشیا کے لوپر کا، برف تو قطب شمالی اور قطب
جنوبی کی ہی پچھلے گی۔ ایسڈرین کیلی فورنیا کے ساحل پر برسے یا
جاپان کے، بحر الکاہل کی حیاتی اور نباتی زندگی تباہ ہوگی۔

احمر : ایک اور بات ٹروپو اسفیر اور اسٹریٹو اسفیر سرحدیں
کھینچنے کا کوئی طریقہ ابھی تک دریافت نہیں ہوا ہے۔
فرحانہ : بس بس۔ اس بارے میں اب مزید کسی تشریح کی
ضرورت باقی نہیں رہی۔

ذیشان : میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔

احمر : ہاں کہو۔

ذیشان : ہم نے رین فارسٹ کو نظر انداز کر دیا ہے۔

احمر : جی ہاں آکسیجن اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کی مقدار اور
تناسب کو کنٹرول کرنے میں جنگلات کا بہت بڑا حصہ ہے اور
کاربن ڈائی آکسائیڈ گرین ہاؤس ایفیکٹ کیس ہے۔

ذیشان : جنگلات قدرت کا عظیم علیہ!! کرہ ہوائی سے کاربن
ڈائی آکسائیڈ لے کر گلوکو فیل کی شکل میں بائیو ماس (Bio
Mass) کا ذخیرہ کرتے رہتے ہیں۔ اور آکسیجن خارج کر کے
حیات کی جلادوائی کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔

عالم : ذیشان صاحب! اسی انداز بیان سے متاثر ہو کر تو ہم
نے اس مہم میں شامل ہونا قبول کیا تھا۔ ورنہ ماحولیاتی آلودگی پر
کام کرنے والوں کو ملتا کیا ہے۔

سرور : لعن طعن اور صلواتیں

احمر : اور بایناٹ بھی۔ انتظار کیجئے اس دن کا جب ملک کے
صنعت کار آپ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔

صعین : 32

پانچ بڑے صنعت کاروں کی میننگ۔ ایک بڑی میز کے
اطراف صنعت کار بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہر ایک کے سامنے نیم
پلیٹ (Name Plate) لگی ہوئی ہے۔ صنعت کار نمبر 1 مسز
عیر علی ملانی، پیپر ملز۔ صنعت کار نمبر 2 مسز مشرب خان،



آخر جمال ہمارے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔ پیپر ملز کے لیے ویسے ہی خام مال اتنی آسانی سے دستیاب نہیں ہوتا۔ کاغذ کا بیشتر حصہ درآمد ہوتا ہے اور جو پیپر یہاں تیار ہوتا ہے اس کی کوالٹی یوں بھی بہت خراب ہے۔ اب اس پیپر کو Recycle کیا جائے تو کیا حاصل ہو گا۔ روڈی کارڈ بار Recycling سے بہت بہتر ہے۔ اور پھر ہماری Retail Shops کی ضرورتیں بھی تو پوری ہوتی ہیں۔

مشرَب خاں : یہی تو میں بھی کہتا ہوں۔ شیشے کی بوتلیں ویسے بھی Recycle ہوتی رہی ہیں۔ اب رہے المونیم کین انہیں جمع کرتے کرتے ہماری کچنی دوا لیہ ہو جائے گی۔

منجوالی شیخ : آپ حضرات صرف اپنے ذاتی مسائل بیان کر کے خواہ مخواہ الجھ رہے ہیں۔ اصل مسئلہ ماحولیاتی آلودگی کا ہے۔ ہم نے اپنے کارخانوں میں Clean Air کے سارے انتظامات کر رکھے ہیں۔ اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ کارخانے ملک کی ہواؤں کو آلودہ کر رہے ہیں تو یہ ذمہ داری حکومت کی ہے۔ وہ قانوناً پلوشن (Pollution) کے اسٹینڈرڈ مقرر کرے۔ اور صنعتی اداروں کو پابند کرے کہ ایئر واٹر اور لینڈ پلوشن اسٹینڈرڈس کو Follow کریں۔

قاسم مشرقی : (مسکرا کر سارے شرکاء پر ایک نظر ڈالتے ہیں) یعنی پلوشن کے اسٹینڈرڈس کی نگرانی کرنے کے لیے عہدہ دار رکھے جائیں۔ جیسے انکم ٹیکس اور کنسٹم کے عہدیدار ہوتے ہیں۔ نتیجہ کیا نکلے گا۔ آپ سب جانتے ہیں۔

عبدالستار میمن : چلے مان لیا۔ گورنمنٹ کے عہدیدار کھاپی کر ہمیں بری کر دیں گے۔ اور کچھ ہو گا نہیں۔ پھر بھی پرائیویٹ کمپنی کو کس نے یہ اختیار دیا ہے کہ وہ پبلک کے معاملات میں دخل اندازی کرے۔

منجوالی شیخ : یہی بات تو میں کہنا چاہ رہا تھا۔ اگر کچھ کرنا ہے تو حکومت کو کرنا چاہئے۔ یہ جمال انڈسٹریز کون ہوتی ہے۔ پبلک کو صنعت کاروں کے خلاف کھڑا کرنے والی۔

قاسم مشرقی : بہر حال ہمیں کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑے گا۔

عمر علی ملتان : کیا کرنا چاہئے۔
قاسم مشرقی : پہلے سیدھی اٹلی سے کچی نکالنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

مشرَب خاں : یعنی؟

قاسم مشرقی : جمال انڈسٹری نے پہلا حملہ آپ پر اور پھر علی ملتان پر کیا ہے۔ فی الحال آپ دو حضرات آخر جمال سے مل کر ہم سب کی نمائندگی کریں اور انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کریں۔

مشرَب خاں : اگر وہ بات چیت سے راہ راست پر نہ آئیں تو؟ کیوں کہ انہوں نے یوم الارض کے پروگرام کا اعلان کر دیا ہے پبلک اعلان کے بعد وہ پیچھے ہٹ نہیں سکتے۔

قاسم مشرقی : یہ فیصلہ انہیں کرنا پڑے گا کہ وہ پیچھے ہٹتے ہیں یا کچھ اور کرتے ہیں۔ ویسے جمال انڈسٹریز کے فرنی لائزر کا Chemical Analysis کروایا جاسکتا ہے۔ اکثر فرنی لائزرس میں Pesatocides کو ناکارہ کرنے والے مرکبات بطور Contaminant موجود رہتے ہیں۔ اور بعض فرنی لائزرس چند برسوں کے بعد زمین کی زرخیزی کو تباہ کر دیتے ہیں۔ ایک دوسرا ایٹھ (Issue) بھی ہے۔ جمال صاحب کچھ عرصہ پہلے مصر سے کاشن درآمد کر رہے تھے تو کیا انہوں نے ملکی سرمایہ ضائع نہیں کیا۔ وہ ملکی کاشن استعمال کر سکتے تھے۔

منجوالی شیخ : مجھے یاد آرہا ہے۔ ان دنوں شاید ہمارے پاس کاشن کی پیداوار میں کچھ گھٹا ہوا تھا۔

قاسم مشرقی : آپ کو یاد آرہا ہے نا۔ لیکن پبلک ان باتوں کو نہیں جانتی۔ اور نہ یاد رکھ سکتی ہے۔

عبدالستار میمن : اتنا لہبا چکر کاٹنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ کے گارمنٹ کے کارخانے سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ تو بہت کپڑا استعمال کرتے ہوں گے۔ آپ کلاتھ حاصل کہاں سے کرتے ہیں۔

قاسم مشرقی : وہیں سے جہاں سے سب حاصل کرتے



منجوالی شیخ : ہمیں کسی ثبوت کے پیش کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ ہم بھی ار تھ ڈے منائیں گے۔ جیسے وہ یوم الارض منار ہے ہیں۔ وہ ارے عامہ پر بھر دے کر رہے ہیں تو ہم کیوں پبلک کو نظر انداز کر دیں۔ پبلک کو Educate کرنا ہمارا بھی تو فرض ہے۔

(سارے صنعت کار چند سکند تک منجوالی شیخ کی طرف حقین آئیز انداز سے دیکھتے ہیں۔ ہر ایک کے چہرے پر ایک پند اسرار مسکراہٹ دوڑ جاتی ہے۔)

قاسم شرقی : بہت خوب! تو ہاتھ ملائے اسی بات پر (پانچوں ہاتھ ایک ساتھ اٹھتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے ہیں) یوم الارض ہو گا تو ار تھ ڈے بھی ہو گا۔ تو پھر یہ طے ہے کہ میر علی لاہوری اور مشرب خاں باٹلی والا پہلے اختر جمال سے ملاقات کریں گے۔

لمتانی اور مشرب : (دونوں ایک ساتھ) ہاں صاحب! ملاقات ہوگی اور بہت جلد ہوگی۔۔۔۔۔ (جاری)

ہیں۔ لیکن ابھی اس Level پر جانے کا وقت نہیں آیا۔ میر علی لمتانی : شاید آئے گا بھی نہیں۔ صرف فرنی لائزر اس کا Analysis کافی نہ ہوگا۔ کیوں نہ ان چمنیوں سے نکلنے والے دھوئیں کا بھی Analysis کر دیا جائے۔

قاسم شرقی : میں سمجھ رہا ہوں آپ کیا سوچ رہے ہیں۔ لیکن اختر جمال صاحب کافی اسلٹ ہیں۔ اس دھوئیں کو وہ Recycle کر دار ہے ہیں۔ اور شاید چند مہینوں کے اندر اندر مارکیٹ میں سلفیورک ایسڈ اور تائٹریک ایسڈ کے باٹل جمال انڈسٹریز کے لیبل کے ساتھ آجائیں۔

عبدالستار مین : Recycling سے حاصل کیے ہوئے ایسڈز مہنگے پڑتے ہیں وہ Compete نہیں کر سکیں گے۔

قاسم شرقی : ان کے پاس ایک بہت ہی ماہر انڈسٹریل کیمسٹ ہے۔ اور Competition کا جہاں تک سوال ہے۔ انھوں نے Recycling Plant باہر سے نہیں منگوا یا ہے۔ اسی کیمسٹ نے یہاں تیار کیا ہے۔ لہذا صرف لاگت بھی نکل آئے تو ان کے لیے ایسڈز بازار میں لانا منافع کا ہی کاروبار ہوگا۔

میر علی لمتانی : آپ کہیں صدیقی صاحب کے لڑکے کا ذکر تو نہیں کر رہے ہیں۔

قاسم شرقی : جی ہاں اوی۔ کیا نام ہے اس کا۔۔۔۔۔ ذیشان صدیقی۔

منجوالی شیخ : قاسم صاحب! میرا خیال ہے وہ ابھی تک ایک مسئلہ پر قابو حاصل نہیں کر سکے ہوں گے۔

قاسم شرقی : وہ کیا؟

منجوالی شیخ : دھوئیں میں کاربن ڈائی آکسائیڈ اور ہائیڈروکاربن کی بھی کافی مقدار موجود رہتی ہے۔ اور شہر کی ہوائیں اوزون کا تناسب بڑھتا جا رہا ہے۔ اور ماحولیاتی آلودگی کا یہ بہت ہی Serious مسئلہ ہے۔

قاسم شرقی : لیکن آپ یہ بات ثابت نہیں کر سکیں گے۔



عطر ہاؤس کی نئی پیش کش

عطر (99) مشک عطر (99) مجموعہ عطر (99)
جنت الفردوس نیز 99 مجموعہ، عطر سکلی،
کھوجاتی دھان مار کے سرمہ و دیگر عطریات

ہول سیل ورٹیل میں خرید فرمائیں

ہاؤس کے لیے جزی بوٹیوں
مخلیہ ہو بل حنا سے تیار مہندی۔ اس میں کچھ
ملانے کی ضرورت نہیں

ملد کو کھار کر چہرے کو
شاداب بناتا ہے

عطر ہاؤس 633 چٹلی قبر، جامع مسجد، دہلی-6
فون نمبر: 3286237



لاٹ ہاؤس کوئی شارٹ کٹ نہیں ہے بھائی

تکلیف دہ ضرور ہوتا ہے مگر فطرت کی نظر میں یہی سزا مقبول بھی ہے اور پائیدار کامیابی کا خاصہ بھی۔

شارٹ کٹ سے زندگی میں کامیابی پانے کی بیماری امتحان میں نفل کر کے کامیاب ہونے سے شروع ہوتی ہے۔ چھوٹی بڑی نام نہاد کامیابیوں سے حوصلہ مزید بڑھتا ہے اور پھر اس کے ذہن میں یہی خواہش چلتی رہتی ہے کہ جیسے بھی ہو ہر کام شارٹ کٹ سے ہی ہو اور اس دھن میں وہ اتنا دور نکل جاتا ہے کہ ضمیر کی آواز بھی نہیں سن پاتا اور اگر اسے وہ سنائی بھی دے تو وہ فوراً اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتا ہے اور زندگی کی ایسی منزل پر پہنچ جاتا ہے جہاں وہ خود اپنا چہرہ تک پہچان نہیں پاتا کیونکہ خود کو جاننے پہچاننے کی صلاحیت اس میں باقی نہیں رہتی۔ دراصل چند افراد کو شارٹ کٹ سے ”بلندی“ پر پہنچنے دیکھ کر اگر آپ میں آٹافانا کامیابی کی عظیم ترین چوٹی کو پانے کی خواہش جاگتی ہے تو اس سے پہلے آپ ان ”کامیاب“ افراد سے جا کر پوچھ لیجئے کہ کیا ان کے ضمیر مطمئن ہیں؟ کیا وہ اس حقیقت سے واقف نہیں ہیں کہ سلج نے اگرچہ انہیں کوئی ”رتبہ“ دے رکھا ہے تو اس کو پیچھے حقیقی عزت و احترام کا جذبہ نہیں ہے؟

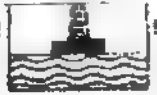
”شارٹ کٹ“ سے ”کامیابی“ پانے کا مرض ہمارے سلج میں بچے اور والدین دونوں کو لاحق رہتا ہے۔ لہذا ہم دیکھتے ہیں کہ 85,80 فیصد نمبر حاصل کرنے والے ذہین ترین طالب علم کو بھی اعلیٰ تعلیم دلانے کی بجائے کسی ورکشاپ میں ملازم رکھا جاتا ہے اس لئے کہ وہ طالب علم اور اس کے والدین دیکھتے ہیں کہ پڑوس کا (40,45 فیصد نمبر والا) بچہ بھی ورکشاپ میں

زندگی میں کامیابی پانے کے لیے اکثر لوگوں کو کسی شارٹ کٹ یعنی آسان راستے کی تلاش رہتی ہے۔ دوسروں کو آٹافانا ترقی کی بلند بالا چوٹیوں پر پہنچنے دیکھ کر فطرت کے قانون سے بغاوت کر ان میں بہر صورت اور بہر قیمت کامیاب و کامران بننے کا شوق جاگ اٹھتا ہے۔

”شارٹ کٹ“ سے آگے بڑھنے کا یہ مرض عموماً 15 تا 25 سال کی عمر میں شدت سے لاحق ہوتا ہے کیونکہ زندگی کا یہی دور کش کش و جود جہد کا دور ہوتا ہے اور انسان اس زندگی کی آگ میں چپ کر فلواد بننے کے بجائے فرار حاصل کرنے کے راستے ڈھونڈنے لگتا ہے۔

آپ ایک عمارت کے دسویں منزلے پر رہتے ہیں۔ آپ نے کھڑکی سے جھانک کر نیچے دیکھا آپ کو زمین پر آپ کی کوئی منزل دکھائی دی۔ اب اس منزل کو پانے کے تین طریقے ہیں: آپ زمین سے اتر جائیں، اس میں آپ کو 4 منٹ کا وقفہ درکار ہو گا۔ آپ لفٹ سے نیچے آئیے اس میں آپ کو ایک منٹ لگے گا، تیسرا شارٹ کٹ، راستہ یہ بھی ہے کہ آپ دسویں منزلہ سے کود جائیں۔ زمین پر پہنچنے کے لیے آپ کو صرف 20 سیکنڈ لگیں گے مگر اس صورت میں موت تقریباً یقینی ہے۔ اپنی منزل کی تلاش میں اس طرح اندھا دھند نکل پڑنے والے انسان کا بھی یہی انجام ہوتا ہے۔

روایتی راستے پر چلنے کے بجائے، جہد و جہد سے جی چڑا کے جو راستہ چنا جاتا ہے وہ بظاہر تو شارٹ کٹ نظر آتا ہے مگر اکثر بُرے خاتمہ ہوتا ہے۔ شارٹ کٹ سے آگے بڑھنے کے بجائے میانہ روی اعتدال پسندی صبر و تحمل اور مستقل مزاجی سے زندگی کا سفر



ہیں۔ یہاں صرف امتحان میں کامیاب ہونے کے لئے نہیں سکھائے جاتے بلکہ والدین و اساتذہ کی عزت و احترام کا جذبہ زندگی سے مقابلہ کرنے کی ہمت، ہر قسم کے ساتھیوں کے ساتھ رہنے کا گریہ سب اسکولی زندگی سے ملتا ہے۔ لہذا اسکول میں جانے کے بجائے بیرونی طریقے سے بورڈ کے امتحان میں کامیابی تو مل سکتی ہے البتہ زندگی کے امتحان میں ناکامی یقینی ہے۔

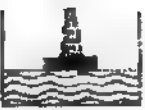
”شارٹ کٹ“ کی تلاش میں انسان کام چور اور کامل بنتا ہے کیونکہ زندگی کی چھوٹی بڑی باتوں کو لے کر بڑے سے بڑے معرکے وہ شارٹ کٹ ہی سے سر کرنا چاہتا ہے۔ جس میں اکثر اس کو ناکامی ہوتی ہے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ دو افراد نے اپنی زندگی کا سفر ساتھ ساتھ شروع کیا۔ ایک نے سیدھے راستے سے کڑی محنت سے 25، 26 سال کی عمر میں اپنی منزل پائی اور دوسرے شخص نے ”شارٹ کٹ“ سے جانا طے کیا اور اپنی عمر عزیز کے 40، 45 سال گزارنے کے بعد ”شارٹ کٹ“ ہی کی تلاش میں ہے جو اسے کبھی کبھی زندگی کے آخری ایام تک نہیں ملتا۔

میرے خیال میں شارٹ کٹ سے بڑا بننے کی خواہش دراصل اپنے ہی پاؤں پر کلباڑی مارنے کے مترادف ہے۔ اس لئے کہ جو شخص اپنی محنت سے اور سیدھے راستے سے بڑھتا ہے وہ زندگی کے ہر پیچ و خم کو جانتا ہے اور چونکہ زندگی کے ہر کڑے چل کا مزہ وہ چکھ چکا ہوتا ہے۔ اس لئے کسی بھی موڑ پر اس کے حوصلے پست نہیں ہوتے۔ البتہ ”شارٹ کٹ“ سے آگے بڑھنے والا شخص چونکہ زندگی کی مشکلات سے واقف نہیں ہوتا اس لئے اس کا دامن ہمت و حوصلے کے خزانے سے ہمیشہ خالی رہتا ہے اور چھوٹی سے چھوٹی مشکل پر بھی وہ ایسا بولکھلا جاتا ہے کہ زندگی سے اس کا یقین ہی اٹھ جاتا ہے۔ مگر بھلا زندگی انھیں کیا ڈرائے گی جو زندگی کے ہر حربے سے واقف ہوں جو زندگی کے چتے ہوئے ریزار پر ننگے پاؤں چلے ہوں اور جنہوں نے کڑی جدوجہد اور سخت محنت سے زندگی کی کالی راتوں سے اپنے لئے اجالے پیدا کئے ہوں! ...

جا کر روزانہ 25، 30 روپے لے آتا ہے۔ جبکہ ان کا بچہ اپنے کالج یا انسٹی ٹیوٹ کے خرچ کے لئے والدین پر منحصر ہے۔ اب والدین اسے طعنہ دیتے ہیں۔ ”دیکھو تمہارا ہی کلاس فیلو تھا، کتنے جلد کمانے لگا ہے، روزانہ 25، 30 روپے لے آتا ہے۔ اس عید پر اس نے اپنے روپوں سے اپنے لئے کپڑے بھی بنوائے۔ ریڈیو خرید لیا، سینے سے قرض لے کر اگلے مینے کرائی وی لے رہا ہے۔ کہتا ہے اگلی عید پر اپنی بہن کے بچے کے لیے سونے کا لاکٹ بھی خرید لے گا اور ایک تم ہو، کالج جاتے وقت روز دس روپے گھر ہی سے لے جاتے ہو۔“

والدین کے اس رویے سے دل برداشتہ ہو کر اکثر طلباء اعلیٰ تعلیم کا خیال ہی ذہن سے نکال دیتے ہیں اور پھر وہ ایسا سمجھوتہ کرتے ہیں کہ زندگی کی کمیتیں بدل جاتی ہیں اور اگر کچھ طلباء اعلیٰ تعلیم کے لیے آمادہ ہوتے بھی ہیں تو وہ ایک سال میں گریجویٹ، دو سال میں انجینئر یا ڈاکٹر اور چھ ماہ میں آرکیٹیکٹ بننے کے شارٹ کٹ راستے ڈھونڈ لاتے ہیں اور غلط عناصر اور مفاد پرست اداروں کے حوالے اپنا مستقبل کر دیتے ہیں۔ مگر اس طرح کوئی امتحان پاس بھی کر لیا تو عملی زندگی میں ناکامی (اور بدنامی) ہی جسے میں آتی ہے۔

آج بھی ہمارے سماج میں کند ذہن بچوں کو کسی کلاس میں ٹیبل ہونے پر تیسری چوتھی کلاس سے ہی اسکول سے نکال لیا جاتا ہے اور کسی فیکٹری میں کام پر لگا دیا جاتا ہے کہ کوئی ”ہنر“ سیکھ لے گا اور کمانے کا بھی۔ آگے چل کر عملی زندگی میں کوئی مشکل آئی اور ایس ایس سی سرٹیفکیٹ کی ضرورت آن پڑی تو بیرونی طور پر ”شارٹ کٹ“ طریقے سے سیدھے ایس ایس سی کے امتحان میں شریک کیا جاتا ہے۔ دراصل ان والدین کو یہ پتہ نہیں رہتا کہ اسکول صرف دسویں یا بارہویں کے امتحان پاس کرنے کا مرکز نہیں بلکہ زندگی میں ذہن اور اصول پسندی بلند خیالی اور ذمہ داری کے سبق سکھانے کی درس گاہیں بھی



پیکٹن : چھلکے میں خزانہ

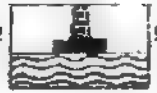
ڈاکٹر بیگم گوہر اسلام خان، لکھنؤ

ہو سکتی ہے۔ وہ ہے پھل کے چھلکے کا تازہ ہونا یا پھر جلد از جلد پیکٹک انزائم (Pectic Enzyme) کو ختم کرنا۔ پھل سے رس نکلے ہوئے تازہ چھلکے میں پیکٹن کی مقدار 2.0 سے 4.0 فیصد ہوتی ہے۔ سوکھے ہوئے چھلکے میں یہ 20.0 سے 40.0 فیصد تک ہوتی ہے۔ پیکٹن حاصل کرنے کا ایک اور ذریعہ سیب کا بچا ہوا گودا ہے جو رس نکالنے کے بعد رہ جاتا ہے۔ گودے کو تازہ یا پھر سکھا کر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ سیب سے 10.0 سے 20.0 فیصد تک پیکٹن حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ شکر قند کے گودے سے بھی پیکٹن حاصل ہو سکتا ہے۔ کچھ مغربی ممالک میں سورج کھمی (Sun Flower) کے پھول کے نچلے حصے کا استعمال بھی اس مقصد کے لیے کیا جاتا ہے۔ تاہم یہ طریقہ بہت کامیاب نہیں رہا ہے۔ سب سے عمدہ جیم اور جیل آج بھی پھلوں سے ملنے والے پیکٹن سے بنی ہوئی مانی جاتی ہے۔

پیکٹن پروڈکشن کا طریقہ بہت آسان ہے جو کچھ بہت آسان مراحل سے گزرتا ہے جیسے سب سے پہلے چھلکوں سے ان کا جز (Extract) نکالنا۔ اس کے بعد اس نکلے ہوئے جز کو بخوبی صاف کرنا اور پھر صاف کیے ہوئے جز کو انکھل کے ساتھ ملانا وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام مراحل میں کچھ خاص تکنیکی کنٹرول کو مدنظر رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ اب اس پر ڈرائنگ (Spray Drying) سے ان کو سکھایا جاتا ہے اور پیکٹنگ سے پہلے ان کی گریڈنگ یا معیار بندی (standardisation) کر لی جاتی ہے۔ اس ڈرائی پیکٹن کے گریڈ بنانے میں جیل بننے میں لگنے والا وقت (Setting Time) اور جیل کی طاقت (Gel Strength) بہت اہم کردار مانے جاتے ہیں۔ یعنی اب مناسب ختمی (Stiffness) لانے یا پانے کے لیے کتنے پیکٹن کی مقدار

پیکٹن (Pectin) ایک بہت دلچسپ پالی سیکرائیڈ (گوند) گروپ میں اور یہ پودوں کے نشوز (Tissues) کے سیل کی دیواروں (Cell Walls) میں پائے جاتے ہیں۔ ان کا کام سیلو لوسک چیزوں (Cellulosic Material) کے ساتھ مل کر سیلوں کو باہم جوڑنا اور ان پر ایک پرت بنانا ہوتا ہے۔ دراصل یہ پیکٹن پانی میں گھل جانے والے پیکٹک تیزاب (Pectic Acids) ہوتے ہیں جن میں میتھائل ایسٹر (Methyl Ester) کم یا زیادہ مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ یہ آسانی سے نیوٹرل ہونے کی خاصیت رکھتے ہیں۔ ان میں شکر اور تیزاب کے ساتھ مل کر مناسب حالات میں جیل (Gels) بنانے کی صفت ہوتی ہے۔ نتیجتاً اپنی خصوصی صفات اور آسانی سے دستیاب ہونے کی وجہ سے تجارتی گوندوں کی فہرست میں ان کا اپنا ایک خاص مقام ہے۔ آئیے دیکھیں کہ پیکٹن نامی یہ گوند کس طرح حاصل کی جاتی ہے۔

پیکٹن حاصل کرنے کے لیے عموماً کھینے پھلوں کے چھلکے خاص طور پر لیموں کے چھلکے، چکوتے یا سوسمی کے چھلکے، سفترے کے چھلکے اور انجور کے دانے، سب سے اہم ذرائع ہیں۔ پیکٹن دراصل پھل کے چھلکے کے اندرونی حصے والے سفید استخ اور اندروانی جھل میں پائے جاتے ہیں۔ پیکٹن نکالنے کے لیے استعمال ہونے والے چھلکے رس یا جوس فردخت کرنے والوں سے حاصل کیے جاتے ہیں جو بالکل نچڑے ہوئے اور رس سے خالی اور بہت حد تک جیل سے بھی مبرا ہوتے ہیں۔ ان کو سب سے پہلے پانی سے خوب اچھی طرح دھویا جاتا ہے تاکہ زیادہ پانی میں گھلنے والے اجزاء نکل جائیں۔ پھر انھیں اچھی طرح سکھایا جاتا ہے۔ خاص طور پر اگر زیادہ دنوں تک رکھنا یا دروازہ بھیجنا مقصود ہو، پیکٹن کی عمدہ کوالٹی پر ایک اور بات بہت اثر انداز



پانی میں پیکٹن سے بنائے ہوئے گھول چھپے (Viscous) ہوتے ہیں۔ ان کی یہ خوبی (Viscosity) ان کے میولیکول کے وزن (Molecular Weight) رکھتی ہے۔ تیزاب یا کھاد کو بنا پنے والے پی ایچ (PH) آلے پر یہ گھول 3 سے 4 پی ایچ پر ٹھہرے (Stable) ہوتے ہیں۔ اس سے کم یا زیادہ نمبر پر ان کی یہ خوبی گھٹتی یا بڑھتی رہتی ہے۔ کھانے کا نمک بھی ان کی گھٹنے کی خوبی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ بیکٹیریا اور پھپھوند (Fungi) کی کئی اقسام پیکٹن کو خراب کرتی ہیں۔ تاکہ اس کو اپنے لئے کاربن یعنی غذا کا ذریعہ بنا سکیں۔

ہندوستانی بازاروں میں پیکٹن کی بہت مانگ ہے کیونکہ ان کا بہت زیادہ استعمال جام، جلی، اور مختلف قسم کی چیزوں کو لمبے عرصے تک محفوظ رکھنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ بغیر شکر کی یا کم شکر کی جلی اور جام میں بھی فوڈ انڈسٹری میں اس کا استعمال عام ہے۔ اپنے میں بھی اس کے فوائد ہیں۔ یہ کولیسٹرول کم کرنے میں بھی معاون ہے۔ دواؤں کی کمپنی میں یہ جیلٹین (Gelatin) کے ساتھ ملا کر کپسول کے خول بنانے میں اکثر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی دواؤں میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔ کئی بڑے آلہ جات جیسے الٹرا سینٹریفیو گیشن (Ultracentrifugation) اور الیکٹروڈائلیس (Electrodialysis) میں استعمال ہونے والی جھلی (Membrane) بنانے کے کام میں آتا ہے۔ اس کے علاوہ اس بھارے حقیر سے، نچرے ہوئے چھلکے سے حاصل ہونے والے بہت بڑے بڑے اور بھی کئی کارنامے ہیں۔

ہونی چاہئے۔ اس کو ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ایک گرام پیکٹن کے لیے کتنی شکر کا استعمال کیا جائے تاکہ وہ عمدہ طریقے سے اسٹف یعنی سخت ہو جائے اور ایک خاص شکل (Texture) نمودار ہو۔ ایک دوسرا فیکٹر، سیٹ کرنے کا وقت (Setting Time) بھی گریڈ بنانے میں بہت معاون ہوتا ہے جسے مندرجہ ذیل چارٹ میں دکھایا گیا ہے:

پیکٹن کی قسم Type of Pectin	اسٹریفیکیشن کی ڈگری (Degree of Esterification)	جیلنگ کا وقت سیکنڈ میں (Gelling Time In Seconds)
1- تیز جمن (Rapid set)	75-72	70-20
2- درمیانی جمن (Medium Set)	71-68	135-100
3- آہستہ جمن (Slow Set)	66-62	250-180

پیکٹن ایک کافی پیچیدہ پالی سیکرائڈ ہے۔ اس کی بناوٹ اور کمپوزیشن (Composition) اس کے ذریعہ حصول (Source) اور نکالنے کے عمل (Isolation) پر منحصر ہے۔ پیکٹن کا خاص حصہ ڈی-گلیکٹو یورونک حمض (Galactouronic Acid) اس کے علاوہ گلیکٹوز (Galactose) ارابینوز (L-Arabinose)، ریمینوز (L-Rhamnose) اور کئی دوسری اقسام کی شکر بھی کم مقدار میں پائی جاتی ہیں۔ یہ پالی سیکرائڈ (1-4) لنک (Linkage) سے جڑے ہوئے ڈی-گلیکٹو یورونک روٹان ہوتے ہیں۔ پیکٹن کا ڈھانچہ (Structure) اس طرح کا ہوتا ہے:

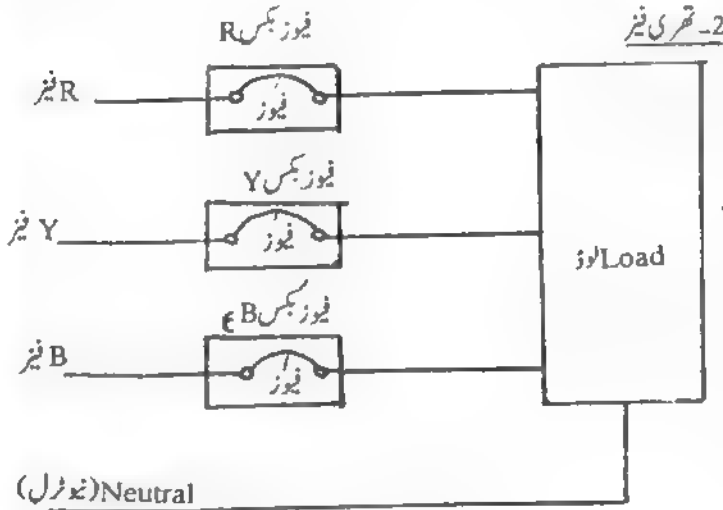
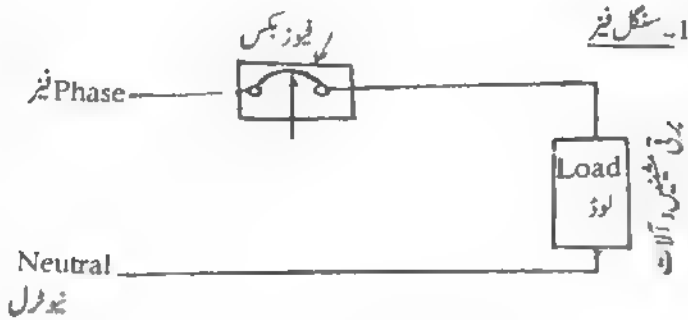
امریکہ و کناڈا میں رہنے والے قارئین سائنس
نی خریداری یا تجدید خریداری کے لیے ہمارے
مقامی گھراں ڈاکٹر محمد مظفر الدین فاروقی
شکاگو سے رابطہ قائم کریں

ڈاکٹر محمد مظفر الدین فاروقی

شکاگو۔ فون نمبر: 847-541-3338

'30' امپیر سے بڑھ جائے گا تو یہ فیوز پکھل کر برقی رو کو منقطع کر دے گا۔ تھری فیز سپلائی میں ہر ایک فیز میں ایک ایک فیوز لگایا جاتا ہے۔

فیوز یہ ایک حفاظتی انتظام ہے۔ اس کا اصول یہ ہے کہ بجلی کی فیز تار یعنی گرم تار کے سرکٹ میں ایک مخصوص تار لگا دی جاتی ہے۔ یہ تار اتنی موٹائی کی ہوتی ہے کہ جب اس میں سے ایک خاص مقدار سے زیادہ کرنٹ گزرے تو یہ پکھل جاتی ہے اور بجلی کے سرکٹ کو منقطع کر دیتی ہے۔ مثلاً اگر دو امپیر کا فیوز لگا ہو اور اس میں سے دو امپیر سے زیادہ کرنٹ گزرے تو یہ فیوز پکھل کر سرکٹ کو مطلع کر دے گا۔ یہ فیوز گھرمی بجلی کی فیز یعنی گرم تار کے سرکٹ میں لگایا جاتا ہے۔ مثلاً اگر گھرمی بجلی کا استعمال '30' امپیر تک متوقع ہے تو بجلی کا فیز تار جب میٹر سے گزرتا ہے تو اسے ایک فیوز بکس سے منسلک کر دیا جاتا ہے جس میں '30' امپیر کا فیوز ایک قاعدے یعنی (Base) میں لگایا جاسکتا ہے۔ اب اگر بجلی کا استعمال



سنگل فیز اور تھری فیز کنکشن



لگایا جائے اور بجلی کے نقص کو دور نہ کیا جائے تو اس وقت تک برقی رد بحال نہیں ہوتی۔

شارٹ سرکٹ (Short Circuit)

سرکٹ بریکر (Circuit Breaker)

یہ بھی بجلی کا ایک حفاظتی نظام ہے جو فیوز سے ملتا جلتا ہے۔

فرق صرف یہ ہے کہ

اس میں سرکٹ بریکر کا

میکانکی نظام استعمال میں لایا

جاتا ہے جس کو آپ ایک

آن ر آف سوئچ کی طرح

سمجھ لیں۔ بجلی کے ایک عام

سوئچ کو آپ آف کر دیں تو

برقی رو منقطع ہو جاتی ہے۔

اور جب اس کو دوبارہ آن

کر دیں تو برقی رو جاری

ہو جاتی ہے۔ سرکٹ بریکر کو

آپ ایک خود کار سوئچ سمجھ

لیں۔ یہ اس اصول پر کام

کرتا ہے کہ جب مقررہ

مقدار سے زیادہ بجلی کی رو یعنی کرنٹ اس میں سے گزرتا ہے تو

ایک مخصوص حساس تار گرم ہو کر ایک برقی رو پیدا کرتی ہے

جو کہ سرکٹ بریکر کے سوئچ کو آف کر دیتی ہے۔ اب اس

سرکٹ بریکر کو ایک مین دہا کر دوبارہ ری سیٹ (Re-Set) کیا

جاسکتا ہے۔ یعنی اپنی پرانی حالت پر واپس لایا جاسکتا ہے۔ اس

سرکٹ بریکر کی خوبی یہ ہے کہ فیوز کی طرح اس کو ہر مرتبہ

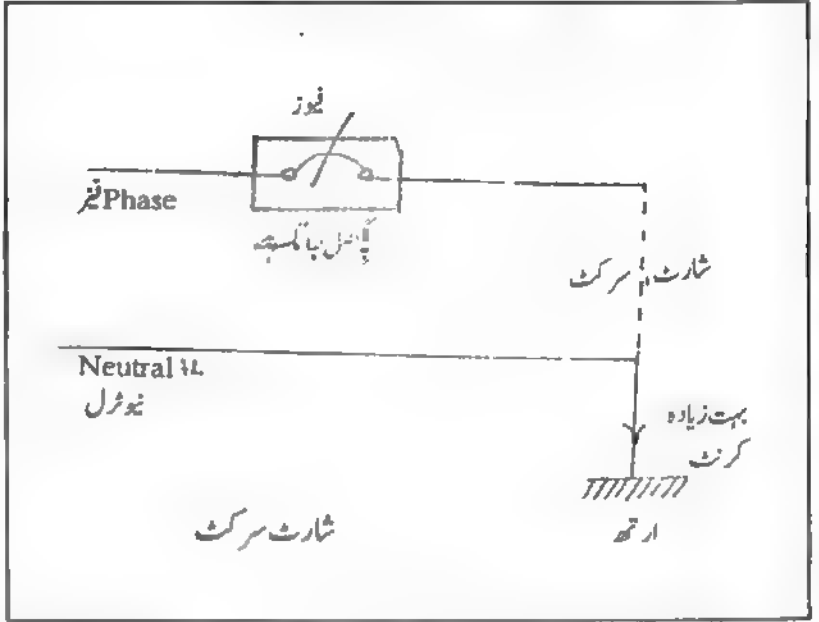
تبدیل نہیں کرنا پڑتا بلکہ صرف ایک مین دہا کر اس کو اپنی پرانی

حالت پر لایا جاسکتا ہے۔

اکثر سرکٹ بریکر ایسے ہوتے ہیں کہ اگر دہانچ کی مقدار

کبھی مقررہ حد سے زیادہ ہو جائے تو وہ آف ہو جاتے ہیں۔ مثلاً اگر

جب بجلی کا فیئر تار، نیوٹرل تار کے ساتھ مل جائے تو اس کو شارٹ سرکٹ کہتے ہیں۔ چونکہ نیوٹرل تار ارتھ ہوتا ہے اور



ارتھ کی دہانچ یا برقی دہانچ صفر ولٹ ہوتا ہے اس لیے ارتھ کی طرف بہت زیادہ کرنٹ کا بہاؤ ہو جاتا ہے اور اسی موقع پر کرنٹ کے زیادہ ہو جانے سے فیوز پگھل کر سرکٹ کو منقطع کر دیتا ہے۔

اوپن سرکٹ یا کھلا سرکٹ (Open Circuit)

جب بجلی کی فیئر تار منقطع ہو جائے تو اس کو اوپن سرکٹ یا

کھلا سرکٹ کہا جاتا ہے۔ اس وقت اگر کسی بھی بجلی کے آلے

سے بجلی کی پیمائش کی جائے تو برقی رو کا کوئی بہاؤ نظر نہیں آئے

گا اور بجلی کی مشین کام نہیں کرے گی۔ مثال کے طور پر یوں

سمجھ لیں کہ جب شارٹ سرکٹ کے نتیجے میں فیوز اڑ جاتا ہے

(یعنی پگھل کر منقطع ہو جاتا ہے) تو بجلی کا سرکٹ اوپن سرکٹ

یعنی کھلا سرکٹ بن جاتا ہے اور جب تک فیوز کو دوبارہ نہ

کسی حفاظتی انتظام کی غیر موجودگی میں سب برقی آلات کو نقصان

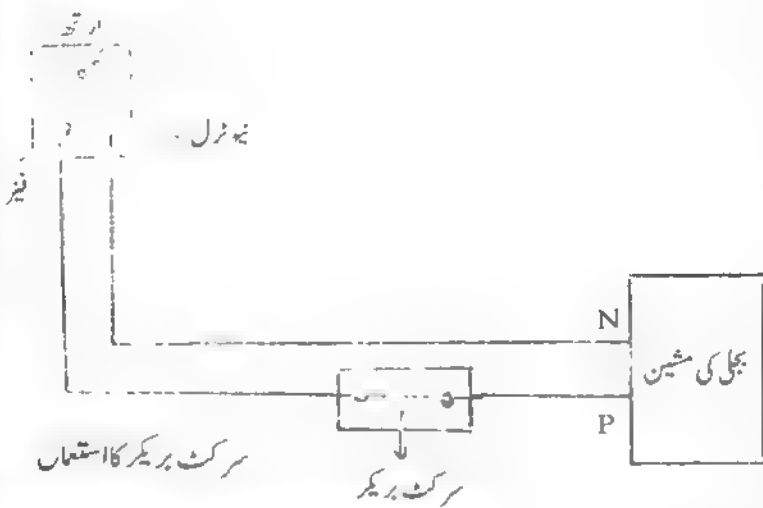
پہنچائے گی۔ (اس صورت میں صرف فیوز کوئی کام نہیں دے گا) لیکن اگر سرکٹ میں سرکٹ بریکر لگا ہو تو وہ دودھج کی زیادہ مقدار آتے ہی آف ہو جائے گا اور برقی رو منقطع ہو جائے گی۔ اس طرح تمام برقی آلات اور مشینیں محفوظ رہیں گی۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ گھر میں بجلی کی وائرنگ کرتے وقت فیوز بکس کے ساتھ ساتھ

سرکٹ بریکر بھی لگائے جائیں۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو قیمتی برقی مشینوں کو استعمال کرتے وقت سرکٹ بریکر کو ضرور استعمال کیا جائے یعنی بجلی کے پائنٹ سے فیڑ تار (یہ بجلی کے میسر سے چیک کی جاسکتی ہے) لے کر سرکٹ بریکر میں لگائی جائے اور سرکٹ بریکر سے تار لے کر بجلی کی مشین کو چلایا جائے۔ نیوٹرل بجلی کے پائنٹ سے براہ راست بجلی کی مشین تک لے جانی جاسکتی ہے۔

یہ سرکٹ بریکر کچھ مہینے ضرور ہیں لیکن آپ کی قیمتی مشینوں کی حفاظت کے نقطہ نظر سے ضرور استعمال کرنے چاہئیں۔

خریدار / ایجنٹ حضرات متوجہ ہوں

ازراہ کرم ادارے کو خط لکھتے وقت خریدار حضرات اپنا خریداری نمبر اور ایجنٹ حضرات اپنا ایجنسی نمبر ضرور لکھیں۔ پتے کے لیبل پر خریدار کے نام سے قبل لکھا ہوا نمبر ہی خریداری نمبر ہوتا ہے۔



علامہ مشرقیؒ کی مشہور و معروف تصانیف

طویل عرصہ سے دستیاب نہیں تھیں۔ اب مارکٹ میں فروخت ہو رہی ہیں۔ ان عظیم الشان تصانیف میں مندرجہ ذیل موضوعات کا کماحقہ تجزیہ کیا گیا ہے۔

(1) قرآن حکیم کی تعلیمات کا ایک مکمل و مفصل اور حیران کن جائزہ
(2) اُنکی پر عائد بحث (3) قرآن کی بنیاد پر تنبیہ کا نکتہ کا پر و شرام بنا کر زمین و آسمان کی تہ تک پہنچنا۔ قرآن مجید کی سب سے عمدہ تفسیر مرحوم علامہ مشرقیؒ نے تذکرہ، حدیث القرآن، تکملہ اور دیگر تصانیف میں کی ہے۔ (4) قرآن کی صحیح تفسیر پڑھنا ہو، قرآن کو جیتا جاگتا دیکھنا ہو اور عمل کی زبان میں پڑھنا ہو اس کو چاہئے کہ علامہ مشرقیؒ کی ان تصانیف کا مطالعہ کریں۔ (5) قرآن کا جدید سائنسی نظریہ ارتقاء انسانی، حیوانات، سیاروں اور زمین و آسمانوں کے جدید سائنسی نظریہ کے بارے میں جو انکشاف کیا ہے وہ چودہ سو سال سے بے نقاب پڑا تھا۔ علامہ مشرقیؒ نے اس پر زبردست سائنسی روشنی ڈالی ہے۔

ناشر: المشرقی دارالاشاعت

پتہ: 11128، 11129، 11130، 11131، 11132، 11133، 11134، 11135، 11136، 11137، 11138، 11139، 11140، 11141، 11142، 11143، 11144، 11145، 11146، 11147، 11148، 11149، 11150، 11151، 11152، 11153، 11154، 11155، 11156، 11157، 11158، 11159، 11160، 11161، 11162، 11163، 11164، 11165، 11166، 11167، 11168، 11169، 11170، 11171، 11172، 11173، 11174، 11175، 11176، 11177، 11178، 11179، 11180، 11181، 11182، 11183، 11184، 11185، 11186، 11187، 11188، 11189، 11190، 11191، 11192، 11193، 11194، 11195، 11196، 11197، 11198، 11199، 11200، 11201، 11202، 11203، 11204، 11205، 11206، 11207، 11208، 11209، 11210، 11211، 11212، 11213، 11214، 11215، 11216، 11217، 11218، 11219، 11220، 11221، 11222، 11223، 11224، 11225، 11226، 11227، 11228، 11229، 11230، 11231، 11232، 11233، 11234، 11235، 11236، 11237، 11238، 11239، 11240، 11241، 11242، 11243، 11244، 11245، 11246، 11247، 11248، 11249، 11250، 11251، 11252، 11253، 11254، 11255، 11256، 11257، 11258، 11259، 11260، 11261، 11262، 11263، 11264، 11265، 11266، 11267، 11268، 11269، 11270، 11271، 11272، 11273، 11274، 11275، 11276، 11277، 11278، 11279، 11280، 11281، 11282، 11283، 11284، 11285، 11286، 11287، 11288، 11289، 11290، 11291، 11292، 11293، 11294، 11295، 11296، 11297، 11298، 11299، 11300، 11301، 11302، 11303، 11304، 11305، 11306، 11307، 11308، 11309، 11310، 11311، 11312، 11313، 11314، 11315، 11316، 11317، 11318، 11319، 11320، 11321، 11322، 11323، 11324، 11325، 11326، 11327، 11328، 11329، 11330، 11331، 11332، 11333، 11334، 11335، 11336، 11337، 11338، 11339، 11340، 11341، 11342، 11343، 11344، 11345، 11346، 11347، 11348، 11349، 11350، 11351، 11352، 11353، 11354، 11355، 11356، 11357، 11358، 11359، 11360، 11361، 11362، 11363، 11364، 11365، 11366، 11367، 11368، 11369، 11370، 11371، 11372، 11373، 11374، 11375، 11376، 11377، 11378، 11379، 11380، 11381، 11382، 11383، 11384، 11385، 11386، 11387، 11388، 11389، 11390، 11391، 11392، 11393، 11394، 11395، 11396، 11397، 11398، 11399، 11400، 11401، 11402، 11403، 11404، 11405، 11406، 11407، 11408، 11409، 11410، 11411، 11412، 11413، 11414، 11415، 11416، 11417، 11418، 11419، 11420، 11421، 11422، 11423، 11424، 11425، 11426، 11427، 11428، 11429، 11430، 11431، 11432، 11433، 11434، 11435، 11436، 11437، 11438، 11439، 11440، 11441، 11442، 11443، 11444، 11445، 11446، 11447، 11448، 11449، 11450، 11451، 11452، 11453، 11454، 11455، 11456، 11457، 11458، 11459، 11460، 11461، 11462، 11463، 11464، 11465، 11466، 11467، 11468، 11469، 11470، 11471، 11472، 11473، 11474، 11475، 11476، 11477، 11478، 11479، 11480، 11481، 11482، 11483، 11484، 11485، 11486، 11487، 11488، 11489، 11490، 11491، 11492، 11493، 11494، 11495، 11496، 11497، 11498، 11499، 11500، 11501، 11502، 11503، 11504، 11505، 11506، 11507، 11508، 11509، 11510، 11511، 11512، 11513، 11514، 11515، 11516، 11517، 11518، 11519، 11520، 11521، 11522، 11523، 11524، 11525، 11526، 11527، 11528، 11529، 11530، 11531، 11532، 11533، 11534، 11535، 11536، 11537، 11538، 11539، 11540، 11541، 11542، 11543، 11544، 11545، 11546، 11547، 11548، 11549، 11550، 11551، 11552، 11553، 11554، 11555، 11556، 11557، 11558، 11559، 11560، 11561، 11562، 11563، 11564، 11565، 11566، 11567، 11568، 11569، 11570، 11571، 11572، 11573، 11574، 11575، 11576، 11577، 11578، 11579، 11580، 11581، 11582، 11583، 11584، 11585، 11586، 11587، 11588، 11589، 11590، 11591، 11592، 11593، 11594، 11595، 11596، 11597، 11598، 11599، 11600، 11601، 11602، 11603، 11604، 11605، 11606، 11607، 11608، 11609، 11610، 11611، 11612، 11613، 11614، 11615، 11616، 11617، 11618، 11619، 11620، 11621، 11622، 11623، 11624، 11625، 11626، 11627، 11628، 11629، 11630، 11631، 11632، 11633، 11634، 11635، 11636، 11637، 11638، 11639، 11640، 11641، 11642، 11643، 11644، 11645، 11646، 11647، 11648، 11649، 11650، 11651، 11652، 11653، 11654، 11655، 11656، 11657، 11658، 11659، 11660، 11661، 11662، 11663، 11664، 11665، 11666، 11667، 11668، 11669، 11670، 11671، 11672، 11673، 11674، 11675، 11676، 11677، 11678، 11679، 11680، 11681، 11682، 11683، 11684، 11685، 11686، 11687، 11688، 11689، 11690، 11691، 11692، 11693، 11694، 11695، 11696، 11697، 11698، 11699، 11700، 11701، 11702، 11703، 11704، 11705، 11706، 11707، 11708، 11709، 11710، 11711، 11712، 11713، 11714، 11715، 11716، 11717، 11718، 11719، 11720، 11721، 11722، 11723، 11724، 11725، 11726، 11727، 11728، 11729، 11730، 11731، 11732، 11733، 11734، 11735، 11736، 11737، 11738، 11739، 11740، 11741، 11742، 11743، 11744، 11745، 11746، 11747، 11748، 11749، 11750، 11751، 11752، 11753، 11754، 11755، 11756، 11757، 11758، 11759، 11760، 11761، 11762، 11763، 11764، 11765، 11766، 11767، 11768، 11769، 11770، 11771، 11772، 11773، 11774، 11775، 11776، 11777، 11778، 11779، 11780، 11781، 11782، 11783، 11784، 11785، 11786، 11787، 11788، 11789، 11790، 11791، 11792، 11793، 11794، 11795، 11796، 11797، 11798، 11799، 11800، 11801، 11802، 11803، 11804، 11805، 11806، 11807، 11808، 11809، 11810، 11811، 11812، 11813، 11814، 11815، 11816، 11817، 11818، 11819، 11820، 11821، 11822، 11823، 11824، 11825، 11826، 11827، 11828، 11829، 11830، 11831، 11832، 11833، 11834، 11835، 11836، 11837، 11838، 11839، 11840، 11841، 11842، 11843، 11844، 11845، 11846، 11847، 11848، 11849، 11850، 11851، 11852، 11853، 11854، 11855، 11856، 11857، 11858، 11859، 11860، 11861، 11862، 11863، 11864، 11865، 11866، 11867، 11868، 11869، 11870، 11871، 11872، 11873، 11874، 11875، 11876، 11877، 11878، 11879، 11880، 11881، 11882، 11883، 11884، 11885، 11886، 11887، 11888، 11889، 11890، 11891، 11892، 11893، 11894، 11895، 11896، 11897، 11898، 11899، 11900، 11901، 11902، 11903، 11904، 11905، 11906، 11907، 11908، 11909، 11910، 11911، 11912، 11913، 11914، 11915، 11916، 11917، 11918، 11919، 11920، 11921، 11922، 11923، 11924، 11925، 11926، 11927، 11928، 11929، 11930، 11931، 11932، 11933، 11934، 11935، 11936، 11937، 11938، 11939، 11940، 11941، 11942، 11943، 11944، 11945، 11946، 11947، 11948، 11949، 11950، 11951، 11952، 11953، 11954، 11955، 11956، 11957، 11958، 11959، 11960، 11961، 11962، 11963، 11964، 11965، 11966، 11967، 11968، 11969، 11970، 11971، 11972، 11973، 11974، 11975، 11976، 11977، 11978، 11979، 11980، 11981، 11982، 11983، 11984، 11985، 11986، 11987، 11988، 11989، 11990، 11991، 11992، 11993، 11994، 11995، 11996، 11997، 11998، 11999، 12000، 12001، 12002، 12003، 12004، 12005، 12006، 12007، 12008، 12009، 12010، 12011، 12012، 12013، 12014، 12015، 12016، 12017، 12018، 12019، 12020، 12021، 12022، 12023، 12024، 12025، 12026، 12027، 12028، 12029، 12030، 12031، 12032، 12033، 12034، 12035، 12036، 12037، 12038، 12039، 12040، 12041، 12042، 12043، 12044، 12045، 12046، 12047، 12048، 12049، 12050، 12051، 12052، 12053، 12054، 12055، 12056، 12057، 12058، 12059، 12060، 12061، 12062، 12063، 12064، 12065، 12066، 12067، 12068، 12069، 12070، 12071، 12072، 12073، 12074، 12075، 12076، 12077، 12078، 12079، 12080، 12081، 12082، 12083، 12084، 12085، 12086، 12087، 12088، 12089، 12090، 12091، 12092، 12093، 12094، 12095، 12096، 12097، 12098، 12099، 12100، 12101، 12102، 12103، 12104، 12105، 12106، 12107، 12108، 12109، 12110، 12111، 12112، 12113، 12114، 12115، 12116، 12117، 12118، 12119، 12120، 12121، 12122، 12123، 12124، 12125، 12126، 12127، 12128، 12129، 12130، 12131، 12132، 12133، 12134، 12135، 12136، 12137، 12138، 12139، 12140، 12141، 12142، 12143، 12144، 12145، 12146، 12147، 12148، 12149، 12150، 12151، 12152، 12153، 12154، 12155، 12156، 12157، 12158، 12159، 12160، 12161، 12162، 12163، 12164، 12165، 12166، 12167، 12168، 12169، 12170، 12171، 12172، 12173، 12174، 12175، 12176، 12177، 12178، 12179، 12180، 12181، 12182، 12183، 12184، 12185، 12186، 12187، 12188، 12189، 12190، 12191، 12192، 12193، 12194، 12195، 12196، 12197، 12198، 12199، 12200، 12201، 12202، 12203، 12204، 12205، 12206، 12207، 12208، 12209، 12210، 12211، 12212، 12213، 12214، 12215، 12216، 12217، 12218، 12219، 12220، 12221، 12222، 12223، 12224، 12225، 12226، 12227، 12228، 12229، 12230، 12231، 12232، 12233، 12234، 12235، 12236، 12237، 12238، 12239، 12240، 12241، 12242، 12243، 12244، 12245، 12246، 12247، 12248، 12249، 12250، 12251، 12252، 12253، 12254، 12255، 12256، 12257، 12258، 12259، 12260، 12261، 12262، 12263، 12264، 12265، 12266، 12267، 12268، 12269، 12270، 12271، 12272، 12273، 12274، 12275، 12276، 12277، 12278، 12279، 12280، 12281، 12282، 12283، 12284، 12285، 12286، 12287، 12288، 12289، 12290، 12291، 12292، 12293، 12294، 12295، 12296، 12297، 12298، 12299، 12300، 12301، 12302، 12303، 12304، 12305، 12306، 12307، 12308، 12309، 12310، 12311، 12312، 12313، 12314، 12315، 12316، 12317، 12318، 12319، 12320، 12321، 12322، 12323، 12324، 12325، 12326، 12327، 12328، 12329، 12330، 12331، 12332، 12333، 12334، 12335، 12336، 12337، 12338، 12339، 12340، 12341، 12342، 12343، 12344، 12345، 12346، 12347، 12348، 12349، 12350، 12351، 12352، 12353، 12354، 12355، 12356، 12357، 12358، 12359، 12360، 12361، 12362، 12363، 12364، 12365، 12366، 12367، 12368، 12369، 12370، 12371، 12372، 12373، 12374، 12375، 12376، 12377، 12378، 12379، 12380، 12381، 12382، 12383، 12384، 12385، 12386، 12387، 12388، 12389، 12390، 12391، 12392، 12393، 12394، 12395، 12396، 12397، 12398، 12399، 12400، 12401، 12402، 12403، 12404، 12405، 12406، 12407، 12408، 12409، 12410، 12411، 12412، 12413، 12414، 12415، 12416، 12417، 12418، 12419، 12420، 12421، 12422، 12423، 12424، 12425، 12426، 12427، 12428، 12429، 12430، 12431، 12432، 12433، 12434، 12435، 12436، 12437، 12438، 12439، 12440، 12441، 12442، 12443، 12444، 12445، 12446، 12447، 12448، 12449، 12450، 12451، 12452، 12453، 12454، 12455، 12456، 12457، 12458، 12459، 12460، 12461، 12462، 12463، 12464، 12465، 12466، 12467، 12468، 12469، 12470، 12471، 12472، 12473، 12474، 12475، 12476، 12477، 12478، 12479، 12480، 12481، 12482، 12483، 12484، 12485، 12486، 12487، 12488، 12489، 12490، 12491، 12492، 12493، 12494، 12495، 12496، 12497، 12498، 12499، 12500، 12501، 12502، 12503، 12504، 12505، 12506، 12507، 12508، 12509، 12510، 12511، 12512، 12513، 12514، 12515، 12516، 12517، 12518، 12519، 12520، 12521، 12522، 12523، 12524، 12525، 12526، 12527، 12528، 12529، 12530، 12531، 12532، 12533، 12534، 12535، 12536، 12537، 12538، 12539، 12540، 12541، 12542، 12543، 12544، 12545، 12546، 12547، 12548، 12549، 12550، 12551، 12552، 12553، 12554، 12555، 12556، 12557، 12558، 12559، 12560، 12561، 12562، 12563، 12564، 12565، 12566، 12567، 12568، 12569، 12570، 12571، 12572، 12573، 12574، 12575، 12576، 12577، 12578، 12579، 12580، 12581، 12582، 12583، 12584، 12585، 12586، 12587، 12588، 12589، 12590، 12591، 12592، 12593، 12594، 12595، 12596، 12597، 12598، 12599، 12600، 12601، 12602، 12603، 12604، 12605، 12606، 12607، 12608، 12609، 12610، 12611، 12612، 12613، 12614، 12615، 12616، 12617، 12618، 12619، 12620، 12621، 12622، 12623، 12624، 12625، 12626، 12627، 12628، 12629، 12630، 12631، 12632، 12633، 12634، 12635، 12636، 12637، 12638، 12639، 12640، 12641، 12642، 12643، 12644، 12645، 12646، 12647، 12648، 12649، 12650، 12651، 12652، 12653، 12654، 12655، 12656، 12657، 12658، 12659، 12660، 12661، 12662، 12663، 12664، 12665، 12666، 12667، 12668، 12669، 12670، 12671، 12672، 12673، 12674، 12675، 12676، 12677، 12678، 12679، 12680، 12681، 12682، 12683، 12684، 12685، 12686، 12687، 12688، 12689، 12690، 12691، 12692، 12693، 12694، 12695، 12696، 12697، 12698، 12699، 12700، 12701، 12702، 12703، 12704، 12705،



پرنده کوئز قسط: 11

عبدالودود انصاری، آسنسول (مغربی بنگال)

- (ج) بلبل
(د) اہانتل
- 8۔ کون سا پرندہ جب آواز دیتا ہے تو اس کا ساتھی جواب دیتا ہے پھر تین چار پرندوں کی آواز مختلف سمت سے آتی ہوئی سوال و جواب کی شکل میں سنائی دیتی ہے؟
(الف) شکر خورا
(ب) لورنگ
(ج) میل
(د) اہانتل
- 9۔ کون سا پرندہ اپنے کھانے سے زیادہ شکر کرتا ہے اور فاضل گوشت کو کاتوں میں پھنسا کر لٹکا دیتا ہے تاکہ دوبارہ کھا سکے۔
(الف) شوبیلی
(Common Lora)
(ب) کستور (Tnrush)
(ج) لورنگ
(د) قصائی چیاں (Shrike)
- 10۔ کون سا پرندہ جب درختوں کے سبز پتوں کے بیچ غوطہ مار کر اڑتا ہے تو سونے کی لکیر کی طرح چمکتا دکھائی دیتا ہے؟
(الف) کالے سر والے پیپلک
(Black Headed Oriole)
(ب) کستور
(ج) شوبیلی
(Common Lora)
(د) لورنگ
- 11۔ کون سا پرندہ ڈاکو کی طرح

- 1۔ کس پرندے کے سر پر کٹنی ہوتی ہے اور جب اسے کوئی خطرہ محسوس ہوتا ہے یا غصہ آتا ہے تو یہ کٹنی پورے پنکھ کی طرح کھل جاتی ہے؟
(الف) چد
(ب) اہانتل
(ج) مینا
(د) ہنگ برڈ
- 2۔ کون سا پرندہ عام طور پر درخت پر لی رہتا ہے زمین پر فحش اترتا ہے؟
(الف) مینا
(ب) کاپر اسمتھ
(Copper Smith)
(ج) لورنگ
(د) چد
- 3۔ کس پرندے کا زیادہ وقت اڑنے یا جھپٹا مار کر زمین کے کیڑے مکوڑے پکڑنے میں صرف ہوتا ہے؟
(الف) پیگن
(ب) کیوی (Kiwi)
(ج) اہانتل
(د) منگ پائی (Magpie)
- 4۔ کس پرندے کے اڑنے کے دوران نر کا جھنڈا لگ اور مادہ کا جھنڈا لگ جاتا ہے؟
(الف) شاہ بلبل
(Scarlet Minivet)
(ب) چد
(ج) میل (Mill)
(د) طوطا
- 5۔ کون سا پرندہ "ہوپ، ہوپ، کی آواز نکالتا ہے اور کوئی دس منٹ تک اپنی آواز دہراتا رہتا ہے؟
(الف) تو
(ب) چد
(ج) میل (Mill)
(د) شکر خورا
- 6۔ کون سا پرندہ کستورہ کی طرح چلاؤنگ لگا کر چلتا ہے اور اپنی چونچ سے زمین پر پڑی پتوں کو الٹے پلٹے رہتا ہے۔ یا انھیں اچھال کر الگ کر دیتا ہے؟
(الف) لورنگ (Indian Potta)
(ب) ڈوڈو (Dodo)
(ج) چد
(د) اہانتل
- 7۔ کون سا پرندہ لڑان کے وقت دو چار پر مار کر ہوا میں گھمٹے لگتا ہے؟
(الف) چد
(ب) شاہین



14- کون سا پرندہ جب ایک درخت

سے دوسرے درخت پر جاتا ہے تو پہلے

اس کا ایک سا قحی تیزی سے غوط لگا کر

اڑتا ہے، زور سے پر پکڑ پکڑاتا ہے اور پھر

پر پھیلا کر دوسرے درخت پر اترتا ہے

اس کے بعد اس کے دوسرے سا قحی

اسی طرح اس کے پیچھے آتے ہیں؟

(الف) ٹری پائی (Tree Pie)

(ب) کا پر اسٹھ

(ج) بال چشم

(د) قھائی چڑیا

15- کون سا پرندہ سیٹی بجا کر یا سریلے

انداڑ میں چھپا کر اپنے ساتھی سے رابطہ

قائم کرتا ہے؟

(الف) شوبیلی

(ب) ٹری پائی

(ج) نورنگ

(د) ابائل

16- کون سا پرندہ بہت جھگڑا لو

ہوتا ہے جس کی وجہ سے پرندہ بازار سے

لڑاتے ہیں؟

(الف) شوبیلی

(ب) ٹری پائی

(ج) نورنگ

(د) ابائل

دوسرے پرندوں کے شکار پر حملہ کرتا

ہے تاکہ وہ اپنا شکار پھینک دیں اور یہ

لوٹ کا مال آسانی سے کھا سکے؟

(الف) ٹری پائی (Tree Pie)

(ب) سیاہ بھنگ

(ج) بال چشم

(د) چلچل

12- کس پرندے کی آواز بہت حد تک

انسان کی آواز سے ملتی ہے؟

(الف) نورنگ

(ب) شکر خورا

(ج) ہڈ

(د) کستورا

13- کس پرندے کا ایک یا دو جڑا کسی

احاطے کو اپنا لیتا ہے پھر اس میں دوسرے

پرندوں کو گھسنے نہیں دیتا ہے؟

(الف) غیل کھنڈ

(ب) مینا

(ج) کوئل

(د) شکر خورا

(الف) شوبیلی

(ب) کستورا

(ج) میلی

(د) گلد م

(Redvanted Bulbul)

17- کون سا پرندہ کیڑوں کی تلاش میں

گھاس پر چمک جاتا ہے؟

(الف) رام ٹنگر (Grey Tit)

(ب) کستورا

(ج) بال چشم

(د) چلچل

(Common Babler)

18- کون سا پرندہ جب اپنے جڑے

میں شکار پکڑتا ہے تو کلک کی آواز نکلتی

ہے؟

(الف) گلد م

(ب) چکدل (White Spotted)

(ج) مینا

(د) ٹری پائی

(جواب 53 صفحہ پر)

(Fantail Fly Catcher)

(ج) مینا

(د) ٹری پائی

(جواب 53 صفحہ پر)

(Fantail Fly Catcher)

(ج) مینا

(د) ٹری پائی

(جواب 53 صفحہ پر)

نقلی دواؤں سے ہوشیار رہیں

قابل اعتبار اور معیاری دواؤں کے تھوک و خردہ فروش



میڈیکیا

110006-1443 بازار چٹلی قبر-دہلی

فون : 3263107-3270801

ماڈل میڈیکیا



پھلیاں ملیں۔ منو کی عمر 7 سال تھی اور اسے 308 مونگ پھلیاں ملیں۔
ہم ان سوالوں کے جواب تفصیل سے نہیں دے رہے ہیں۔
آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے۔ کیوں؟

الجھ گئے (قسط: 14)

آفتاب احمد

سوالوں کا سلسلہ شروع کرنے سے پہلے ہم دھولہ کی محترمہ
شبانہ پروین مختار حسین صاحبہ کو بتادیں کہ آپ نے جو سوال ارسال
کیا ہے وہ الجھ گئے میں شائع شدہ ہے۔ برائے مہربانی سائنس کے
پچھلے شماروں کو دیکھ لیں۔ اس سلسلے میں شامل ہونے کے لیے ہم
آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ ہمیں امید ہے آئندہ بھی ہمیں آپ کا
تعاون حاصل ہو جاوے گا۔

اب ہم اپنے سوالوں کا سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ ہمارا پہلا
سوال محترمہ یاسمین انصاری صاحبہ نے پانچواں ایچ، ہائر ہندوستان،
دہلی سے ارسال کیا ہے۔ سوال اس طرح ہے۔

1- کسی میدان میں کتے اور گھوڑے ہیں۔ اگر وہاں کوؤں اور
گھوڑوں کی آنکھیں مل کر 120 آنکھیں 180 ہیں تو آپ بتا سکتے ہیں
کہ وہاں کتنے کتے اور کتنے گھوڑے ہیں؟

2- دو عددوں (Digits) والے ایک نمبر میں پہلی پوزیشن والا
عدد (Digit) اپنے بعد والے عدد سے تین گنا بڑا ہے۔ اگر عددوں کو
الٹ کر (Reverse) پڑھا جائے تو نیا نمبر پہلے والے نمبر سے 36 کم
ہو جاتا ہے۔ دونوں نمبروں کو بتائیں؟

3- 110 کو دو عددی قاعدہ (Binary System) میں کیسے لکھا
جائے گا؟

مندرجہ بالا سوالوں کو حل کرنے کے بعد اپنے جوابات ہمیں
اس طرح ارسال کریں کہ وہ ہمیں 10 مئی تک موصول
ہو جائیں۔ درست حل بھیجے والوں کے نام و پتے سائنس میں شائع
کیے جائیں گے۔ اگر آپ کے پاس بھی کوئی دلچسپ سوال یا ریاضی
سے متعلق کوئی دلچسپ بات ہو تو ہمیں لکھ بھیجیے ہم اسے آپ کے
نام و پتے کے ساتھ شائع کریں گے۔

ہمارا پتہ ہے۔

الجھ گئے : 14

اردو سائنس ماہنامہ

665/12 ڈاک گھر، نئی دہلی۔ 110025

واہ ! یہ ہوئی نہ بات! اس مرتبہ درست حل بھیجے والوں کی
تعداد کچھ بڑھ گئی ہے۔ آپ سب لوگ مبارکباد کے مستحق ہیں۔
آپ لوگوں کی توجہ سے ہی ہمارا یہ سلسلہ برقرار ہے۔ ہمیں امید ہے
اسی طرح آئندہ بھی آپ لوگوں کا تعاون حاصل ہو جاوے گا۔
سب سے پہلے ہم ان افراد کے نام بتادیں، جنہوں نے "الجھ گئے
قسط 12" کے درست حل بھیجے ہیں۔

(1) خورشید احمد شیخ، آلور صاحب، ہائر سیکنڈری اسکول، کراچی
پورہ، کچواڑہ، کشمیر

(2) ڈاکٹر ایم ایم، خاں صاحب، منڈی بازار، امبا جوجی، بیڑ، مہاراشٹر
(3) عادل احمد حاشی صاحب، پٹھان علی، پٹھری، پربھنی مہاراشٹر۔ 431506

(4) سید منظور صاحب، یارنگام، پلوامہ، جموں و کشمیر 192301

(5) انانند جملی صاحب، 89 شی پارک نمٹ، سندھرا، انڈیا، دہلی۔ 110096

(6) محمد میاں قادری صاحب، ولد محمد فکیل صاحب، مکان نمبر
4741 ضیاء آباد، جمال پور، علی گڑھ۔

آپ سبھی حضرات ہماری طرف سے مبارکباد قبول کریں۔
خاص طور سے ہم جناب ایم۔ ایم۔ خاں صاحب کا شکریہ ادا کرتا
چاہیں گے کہ ان کے خاندان کے دیگر افراد بھی اس سلسلے میں بھر
پور دلچسپی لیتے ہیں۔

پہلے سوال کا جواب ہے۔ اس بے ایمان تاجر نے 32 روپے فی
کلو دلائی جائے 70 کلو فی اور 40 روپے فی کلو دلائی جائے 30 کلو لے کر
اس نے 100 کلو گرام چائے تیار کر لی۔ اس ملاوٹی چائے کو 43 روپے
فی کلو بیچنے پر اسے 25% منافع ہوا۔

دوسرے سوال کا جواب: بیلو کی عمر 6 سال تھی اور اسے
264 مونگ پھلیاں ملیں۔ چار سال کا تھا اور اسے 198 مونگ



سائنس کلب

محمد سلیم نانک صاحب

نے زراعت میں بی ایس
سی کی اور پھر سوشیالوجی
(ساجیات) میں ایم اے
کیا باغبانی اور زراعت ان
کے پسندیدہ موضوعات
ہیں۔ مستقبل میں



زراعت کے میدان میں سروس کرنا چاہتے ہیں۔

گھر کا پتہ : پوسٹ آفس بھروت،

تحصیل شہد منڈی راجوری۔ 185213

تاریخ پیدائش : 4 اکتوبر 1973ء

کاشف کاکوی صاحب

نے دسویں جماعت پاس
کی ہے۔ انھیں تعلیم
کے علاوہ کرکٹ سے
دلچسپی ہے۔ کثافت اور
آبادی ان کے پسندیدہ
موضوعات ہیں۔ یہ



سول انجینئر بننا چاہتے ہیں۔

گھر کا پتہ

عزت ملک ٹولہ، کاکو

ضلع جہان آباد

بہار۔ 804410

26 جون 1984ء

تاریخ پیدائش :

محمد عاطف صاحب

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی
سے ہایو کیمسٹری میں بی
ایس سی کر رہے ہیں۔
ان کو جینیات
(Genetics)، ایٹرو



فزکس، ہایو لوجی اور ہایو کیمسٹری سے دلچسپی ہے۔ اپنے
مستقبل کے پروگرام کو یہ ابھی ظاہر نہیں کرنا چاہتے۔

گھر کا پتہ : 4/1347-A

سر سید نگر، علی گڑھ۔ 202002

تاریخ پیدائش : 8 جولائی 1982ء

محمد شبلی صاحب

بی ایس کے کالج مائی
قمان سے حترافہ
میں بی اے کر رہے
ہیں۔ انھیں کیمسٹری
(کیمیاء) کے نئے نئے



تجربات سے دلچسپی ہے۔ یہ ایک ایماندار اور بڑا آدمی بننا
چاہتے ہیں۔

گھر کا پتہ : نشاط بک ڈپونو سیمیا جی ٹی روڈ

اسسول ضلع بردوان۔ 713301



JAMIA HAMDARD

(A deemed University under section 3 of UGC Act)

Hamdard Nagar, New Delhi-110062, INDIA

ADMISSION NOTICE (2001-2002)

Applications on the prescribed form(s) are invited for admission to the following courses

Courses	Seats	Courses	Seats
POST-GRADUATE COURSES :			
● M.Sc in Biochemistry, Toxicology and Environmental Botany	20 each	● M Pharm in Pharmaceutical Chemistry, Pharmaceutics, Pharmacology and Pharmacognosy & Phytochemistry	05 each
Bio-technology	08	● Master of Physiotherapy (M PTh) in Osteo-Myology, Cardio-Pulmonary, Neurology & Sports Health	04 each
Chemistry (Industrial Applications)	06	● Master of Occupational Therapy (M.O.Th) in Orthopedics & Paediatrics	05 each
● Post Graduate Diploma in Computer Applications (PGDCA)	40	● M.A. (Islamic Studies)	06
● M.D. (Unani) in Ilmul Advia, Moalijat & Tahaffuzi-vo-samaji Tibb	08		
UNDER - GRADUATE & DIPLOMA COURSES :			
● Bachelor of Information Technology (B I T)	60	● B.Sc Nursing (Hons)	20
● B. Pharm	60	● Bachelor of Physiotherapy	15
● B Pharm (Self-Financing)	60	● Bachelor of Occupational Therapy	15
● B U M S	50	● Diploma in Gen Nursing & Midwifery	20
● B U M.S. (Self-Financing)	10	● Diploma in Pharmacy	60
		● Diploma in Medical Lab Technology	10
		● Diploma in X-Ray & ECG Technology	10
		● Pre-tibb	10

Bulletin of Information & Admission Form may be obtained from the Registrar's Office either by post by sending a self-addressed stamped (Rs 30) envelop (10"x12") alongwith crossed Bank Draft/PO for Rs 200 drawn in favour of **Jamia Hamdard, payable at New Delhi** or on cash payment from the reception counter of Jamia Hamdard on any working day including Saturdays. The request for the form should indicate the name of the course. There are separate forms for UG and PG courses.

A few seats are reserved for NRI/Sponsored candidates and foreign nationals. Their admission is based on marks in the qualifying exam and/or interview only.

Admission forms and Bulletin of Information may also be obtained from the following places :

(1) Friends Book House, Shamshad Market, Aligarh (2) Books & Books, Naval Kishore Road, Lucknow (3) Centre for Information & Guidance, B-51 Virandavan Colony, Chirya Calicut, Kerala (4) Office of the D S W Kashmir University Hazratul Srinagar (J&K) (5) Hamdard (Wakf) Labs at (i) Fahimabad, Kanpur (ii) 37 Qazi Street, Basawan Gudi, Bangalore (iii) Ara Distributors, 24 Jan Mohd Street Mount Road, Chennai (iv) Hindustan Medical Agency, M-11, Marka Commercial Complex, Indra Gandhi Road, Calicut (v) Ashok Raj Path, Opp H N College Bankipur, Patna (vi) M/s Asna Agencies, Abid Circle, State Road, Hyderabad (vii) M/s Info Associate 1/A Sandal Street, Calcutta (viii) M/s Nizami & Sons, Col J Ali Road, Lakhtokia, Guwahati (ix) M/s E A Curran Pvt Ltd 19 Qazi Sayeed Street, Bandra Road, Mumbai-400009

Application form can also be downloaded from the Website.

Test Centres : Calicut, Delhi, Lucknow, Patna, Srinagar

Last date for the submission of completed admission form is April 20, 2001.

(DR. S. H. HASAN)
REGISTRAR

Website : www.jamiahamdard.edu

Phone Nos. : 6089688, 6084685 Extn 328/250 Fax 6088874, 6071176

E-Mail info@jamiahamdard.edu and root@hamduni.ernet.in



ہمارے چاروں طرف قدرت کے ایسے نظارے بکھرے پڑے ہیں کہ جنہیں دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ وہ چاہے کائنات ہو یا خود ہمارا جسم، کوئی چیز پودا ہو یا کیکڑا مکوڑا۔۔۔ کبھی اچانک کسی چیز کو دیکھ کر ذہن میں لے سناختہ سوالات ابھرتے ہیں۔ ایسے سوالات کو ذہن سے جھٹکنے مت۔۔۔ انہیں ہمیں لکھ بھیجے۔۔۔ آپ کے سوالات کے جواب ”پہلے سوال پہلے جواب“ کی بنیاد پر دیئے جائیں گے۔۔۔ اور ہاں! ہر ماہ کے بہترین سوال پر 50 روپے کا نقد انعام بھی دیا جائے گا۔

سوال جواب

سوال : ہوا میں آکسیجن ہے جو آگ کو جلنے میں مدد دیتی ہے۔ اسی طرح پانی کا ضابطہ H_2O ہے۔ یعنی پانی میں بھی آکسیجن ہے، پھر پانی آگ پر ڈالنے سے آگ کیوں بجھ جاتی ہے؟

جواب : پانی ہائیڈروجن اور آکسیجن سے مل کر بنتا ہے۔ گرم پانی میں ہاتھ ڈالنے کے بعد نکالنے پر وہ ٹھنڈا کیوں ہو جاتا ہے؟

محمدی انوری

نزد کالی مسجد، عزیز پورہ، میڑ۔ 431122

جواب : پانی کا درجہ حرارت جتنا زیادہ ہوتا ہے وہ اتنی ہی تیزی سے بھاپ بن کر اڑتا ہے۔ گرم پانی میں ہاتھ ڈال کر جب آپ باہر نکالتے ہیں تو آپ کے ہاتھ اور اس پر لگے پانی کا درجہ حرارت باہر کے درجہ حرارت سے زیادہ ہوتا ہے، چونکہ توانائی ہمیشہ زیادہ مقدار سے کم مقدار کی طرف سفر کرتی ہے لہذا ہاتھ کی حدت بھی باہری ہوا میں منتقل ہوتی ہے جس کے باعث ہاتھ کی حدت کم ہو جاتی ہے۔ اور وہ ہمیں ٹھنڈا محسوس ہوتا ہے علاوہ ازیں جب آپ کے ہاتھ پر موجود پانی بھاپ کی شکل میں اڑتا ہے تو بھی وہ ہاتھ کی حرارت جذب کرتا ہے اور اس طرح ہاتھ کے ٹھنڈا ہونے میں مزید مدد کرتا ہے۔

سوال : ناک کے اندر بال ہوتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ یہ گرد و غبار سے حفاظت کے لیے قدرتی عطیہ ہے تو کان کے اندر روئی جسے میں یہ کیوں نہیں ہوتے؟

کفیل الرحمن

مہرقت مولانا مطیع الرحمن صاحب ملتان

شاہ پور بھمونی ضلع سستی پور بہار۔ 848131

جواب : اللہ تعالیٰ نے ہر حصے کی حفاظت کا الگ ڈھنگ سے اور اس طرح انتظام کیا ہے کہ وہ اس متعلقہ عضو کی کارکردگی میں رکاوٹ بھی نہ بنے۔ ناک میں موجود بال نہ صرف باہر سے گھسنے

سوال : ہوا میں آکسیجن ہے جو آگ کو جلنے میں مدد دیتی ہے۔ اسی طرح پانی کا ضابطہ H_2O ہے۔ یعنی پانی میں بھی آکسیجن ہے، پھر پانی آگ پر ڈالنے سے آگ کیوں بجھ جاتی ہے؟

ذاکر حسین

علی صاحب محلہ، نندو رہار۔ 425412

جواب : بلاشبہ پانی میں آکسیجن ہوتی ہے تاہم پانی ایک مرکب ہے جو کہ دو عناصر یعنی آکسیجن اور ہائیڈروجن سے مل کر بنتا ہے۔ مرکب کی یہ پہچان ہوتی ہے کہ اس میں اس کو بنانے والے عناصر کے خواص نہیں پائے جاتے۔ یعنی اگرچہ آکسیجن جلنے میں مدد کرتی ہے لیکن جب وہ پانی کے مرکب میں شامل ہوتی ہے تو اس کی یہ خاصیت ختم ہو جاتی ہے۔ پانی کو جب آگ پر ڈالا جاتا ہے تو وہ دو وجوہات کی بنا پر آگ کو بجھا دیتا ہے۔ اول یہ کہ پانی حدت کی وجہ سے جب گیس یعنی بھاپ کی شکل میں تبدیل ہوتا ہے تو وہ جلنے والی چیز سے حدت جذب کرتا ہے جس کی وجہ سے جلنے والی چیز کا درجہ حرارت کم ہو جاتا ہے یعنی وہ ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور اس طرح جلنے کا عمل سست ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ بھاپ جتنے والی چیز کو چاروں طرف سے آگ گھیرتی ہے تو اسے ملنے والی آکسیجن کم ہو جاتی ہے۔ جو جلنے کے عمل کو سست کر دیتی ہے۔

سوال : پانی کن گیسوں سے مل کر بنتا ہے؟

فریش حسین

بھارت ہارڈ ویئر اسٹور

منڈی بازار، برہان پور۔ 450331



ہوتی ہے جس کی وجہ سے دوران سفر ان کو متلی ہوتی ہے۔ کچھ اشخاص کو سفر سے بھی الرجی ہوتی اور اس کے تصور سے ہی ان کو گھبراہٹ اور ہول ہوتی ہے اور سفر کے وقت متلی ہونے لگتی ہے۔ زیادہ تر افراد میں یہ کسی نہ کسی قسم کی الرجی یا کوئی نفسیاتی وجہ ہوتی ہے۔

سوال : عام طور سے جب کوئی انسان کرسی وغیرہ پر بیٹھتا ہے تو اپنا پیروں ہلاتا رہتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے نیز یہ عادت کیسی ہے۔

اظہر علی

معرفت اظہر علی

رام مگر بھوتھا۔ کوشی، سنساری۔ نیپال

جواب : پیر کا ہلانا اضطرابی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے۔ کسی بھی قسم کا اضطرابی فعل نہ صرف اس شخص کی اضطرابی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے بلکہ اس کی بے چین طبیعت اور کبھی کبھی عدم اعتمادی کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔ کسی بھی قسم کا اضطرابی

والے گرد و غبار اور جراثیم کو روکتے ہیں بلکہ ناک میں تحریک پیدا کر کے چھینک بھی لاتے ہیں تاکہ ہوا کے دباؤ کی وجہ سے یہ ذرات باہر بھی نکل جائیں۔ ناک کے مقابلے کان میں گرد و غبار کم گھستا ہے جس کی وجہ کان کی پوزیشن اور مخصوص ہڈیاں ہے۔ تاہم جو بھی گرد و غبار گھسے اس کو روکنے کے لیے کان میں موجود مخصوص غلیے (سیل) ایک قسم کا موسم خارج کرتے ہیں جسے ہم کان کا میل کہتے ہیں۔ یہ موسم کان کی اندرونی سطح کو چھپا رکھتا ہے اور گرد و غبار اس پر چپک جاتا ہے۔

سوال : کچھ لوگوں کو دوران سفر گاڑی، موٹر یا بس میں غیر ارادی طور پر تھپتھپا جاتی ہے ایسا کیوں؟

سید محمد غالب احمد

نزدہ در سر عین العلوم گیوال بکھہ

ضلع گیالہار

جواب : عموماً کچھ لوگوں کو پیروں رڈیزل کی بو سے الرجی

انعامی سوال : جب بجلی کے دو متضاد تاروں کو ملایا جاتا ہے تو فیوز آؤ جاتا ہے مگر انہی تاروں کو جب بیٹر میں لگایا جاتا ہے تو دونوں تار بیٹر کی اسپرنگ کے ذریعے ملائے جاتے ہیں مگر فیوز نہیں آؤتا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

سید افضل الرحمن باقوی

معرفت مکان نمبر 543-543 نزد امیر گلشن فنکشن ہال روڈہ خرد گلبرگہ۔ کراتک۔ 585104

جواب : بیٹر کے تار کی خاصیت یہ ہے کہ یہ بجلی کے بہاؤ کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے یہ ایسی دھات سے بنایا جاتا ہے جو بجلی کو روکتی ہے، اس کے راستے میں مدافعت (Resistance) پیدا کرتی ہے۔ اس کی وجہ سے بجلی کی توانائی حدت میں تبدیل ہوتی ہے اور ہم کو بیٹر سے گرمی ملتی ہے۔ بجلی جب ایک سرے یعنی ایک تار سے دوسری طرف جاتی ہے تو راستے میں ملنے والی رکاوٹ کی وجہ سے اس کی توانائی حدت میں بدل جاتی ہے اور اپنے سفر کے دوران وہ کمزور ہوتی جاتی ہے حتیٰ کہ جب وہ دوسرے سرے پر پہنچتی ہے تو اس کی قوت اتنی کم ہو جاتی ہے کہ وہ فیوز اڑانے کی طاقت بھی نہیں رکھتی۔ اگر آپ نے فیوز کی ہڈیاں پر غور کیا ہو تو وہ بھی دراصل ایک مخصوص دھات کا بنا ہوتا ہے جو حدت پا کر پگھل جاتی ہے۔ جب بجلی کے دو متضاد تار ملنے ہیں تو بجلی کی قوت بڑھ جاتی ہے اور فیوز کے تار میں سے جب وہ گزرتی ہے تو وہاں کی مزاحمت تدریجاً بڑھ جاتی ہے اور وہ پگھل کر ٹوٹ جاتا ہے یا جل جاتا ہے اور بجلی کا سرکٹ ٹوٹ جاتا ہے۔ بیٹر کے تاروں سے گزرنے کے بعد بجلی کی قوت اتنی کم ہو جاتی ہے کہ وہ فیوز کے تار پر کوئی بھی اثر نہیں ڈال پاتی اور نہ ہی کسی اور سرکٹ کو نقصان پہنچاتی ہے۔



فضل ہے معنی اور غلط ہوتا ہے اس سے جسمانی توانائی ضائع ہوتی ہے اور ایک غلط عادت پڑتی ہے اسے ہر قیمت پر روکنا چاہئے۔
سوال : جمائی کیوں آتی ہے اور اس کی سائنسی توجیہ کیا ہے؟

احساس بھی نہیں ہوتا ایسا کیوں؟
عبدیل الرحمن
مطلع سحر مقام پوسٹ شاہ پور بھمونی
ضلع سستی پور بہار۔ 848131

ندیم احمد ولد عبدالحکیم ضیاء
عزیز محلہ، پانہری۔ 431506

جواب : ہم کو وہی چیز نظر آتی ہے جو روشنی کے راستے میں رکاوٹ بنے اور روشنی اس سے منعکس ہو کر ہماری آنکھوں تک پہنچے یا پھر وہ چیزیں نظر آتی ہیں جو تنگین ہوں۔ کیونکہ رنگین اشیاء بھی روشنی کے کچھ رنگوں کو جذب کر کے بقیہ کو منعکس کرتی ہیں لہذا نظر آتی ہیں۔ ہوا جن گیسوں سے مل کر بنی ہے وہ نہ تو رنگین ہیں اور نہ ہی ان کے مالیکیول (سائے) کاٹنے بڑے ہیں کہ روشنی کو روکیں یا منعکس کریں لہذا ہوا ہم کو نظر نہیں آتی۔ جہاں تک ہوا کا احساس کا تعلق ہے تو وہ ہماری اس حس کا کرشمہ ہے جس کی مدد سے ہم دباؤ یا لمس (چھونا) کو محسوس کرتے ہیں۔ تیز ہوا ہمارے جسم پر دباؤ بھی ڈالتی ہے اور ہمیں چھو کر گزرتی ہے لہذا اس کا لمس محسوس ہوتا ہے۔ ہلکی یا ساکت ہوا ایسا کچھ نہیں کرتی اس لیے مذکورہ حس اس سے متحرک نہیں ہوتی۔

جواب : دماغ ہمارے جسم کا سب سے فعال حصہ ہے جس میں ہر وقت انواع و اقسام کے افعال ہوتے رہتے ہیں۔ اسی مناسبت سے اسے بھرپور غذا اور آکسیجن کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ دونوں چیزیں خون کی مدد سے دماغ کو سپلائی کی جاتی ہیں۔ جب کبھی کسی مخصوص کیفیت میں دماغ کو زیادہ آکسیجن کی ضرورت ہوتی ہے تو جمائی آتی ہے اس طرح منہ کے ذریعے زیادہ ہوا پیپھروں میں جاتی ہے جس میں آکسیجن بھی زیادہ ہوتی ہے جو کہ خون کے ذریعے دماغ کو پہنچادی جاتی ہے۔
سوال : بدبو سے متلی (قے) کیوں ہونے لگتی ہے؟

فخر عالم

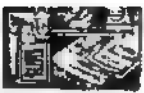
ہندوستان ہوائی سینٹر لمبن بازار آسنول۔ 713301

جواب : متلی یا قے بھی ایک قسم کا دفاعی نظام ہے جو ہمارے نظام ہاضمہ کو بہت سی وحیدگیوں سے بچاتا ہے۔ اگر معدے میں گرانی ہو اور غذا ہضم ہو کر آگے نہ بڑھ رہی ہو تو معدہ اس غذا کو باہر نکالنے کے لیے متلی کی شروعات کرتا ہے، اسی طرح اگر ہماری مرضی کے خلاف کوئی چیز ہمارے کھانے کی تلی میں جاتی ہے تو بھی متلی کے ذریعے جسم اس کو باہر نکال دیتا ہے۔ علاوہ ازیں کسی بھی قسم کے ناخوشگوار واقعہ، حادثے یا صدمے کے رد عمل کے طور پر بھی متلی یا قے ہوتی ہے۔ یہ بھی ایک دفاعی نظام ہے جو کہ ذہنی صدمے یا جھٹکے کی کیفیت میں معدہ کو خالی کر دیتا ہے تاکہ نظام ہضم کے متاثر ہونے پر غذا ناقابل ہضم نہ رہ جائے۔ بدبو بھی ایک ایسی ہی ناخوشگوار تحریک ہے جو متلی کا باعث ہو سکتی ہے۔

سوال : ہوا ہلکی ہو یا تیز نظر کیوں نہیں آتی، تیز ہوا بدن میں جھنجھٹ کا احساس ہوتا ہے جب کہ ہلکی ہوا کا

قارئین سے گزارش ہے کہ سوال جواب کے ایک کوپن کے ساتھ صرف ایک سوال ہی بھیجیں۔ ایک وقت میں ایک سے زیادہ سوال موصول ہونے کی شکل میں سوالات کی فہرست میں سے کوئی ایک سوال جن لیا جاتا ہے اور بقیہ فہرست ضائع کر دی جاتی ہے۔ سوال خوش خط لکھیں اور پتہ مدھن کوڈ کے کھل اور خوش خط لکھیں۔

کوئی بھی سوال ردی کی نوکری کی نذر نہیں کیا جاتا۔ سوالات کی لائن میں لگایا جاتا ہے اور نمبر آنے پر شائع ہوتا ہے۔ اس شمارے سے ہم 2000ء میں موصول سوالوں کے جوابات دے رہے ہیں۔



پیش
رفت

فہمینہ - دہلی

پیروں کو آرام

مسلسل ایڑی کے درد سے کثیر تعداد میں لوگ پریشان رہتے ہیں۔ جو یا تو ہڈیوں کی نوکوں یا پھر ایڑی میں موجود ایک ریشہ دار بافت (Tissue) کی پٹی پر درم آنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ آج کل رائج علاج جیسے کورٹیزون انجکشن، درد کش دوائیں، جو تے میں رکھنے کے لیے نرم گدیاں اور یہاں تک کہ سرجری بھی اکثر بیکار ثابت ہوتی ہے۔

اس کی حکومت نے ایسے بالغ لوگوں کے لیے جنہیں ایڑی کے درد کی شکایت کم از کم چھ مہینے سے ہے اور جو دوسرے علاج بغیر کسی کامیابی کے اپنا چکے ہیں ایک نیا علاج منظور کیا ہے۔

اس نئے تکنیکی علاج میں اوسا ٹرون (Ossa Tron) نامی مشین ہلکے سا می جھکوں کی لہریں (Low-dose acoustic Shock waves) پیدا کرتی ہے۔ یہ سا می لہریں ایڑی کے متاثر حصے میں خون کے دوران میں ہیجان پیدا کرتی ہیں۔ جس سے بافت (Tissues) کو ٹھیک ہونے میں اور سو جن کے اترنے میں مدد ملتی ہے۔ ایک حالیہ تجربے میں یہ تکنیک 260 افراد پر استعمال کی گئی جن میں سے 62 فیصد لوگوں کو تین مہینے کے اندر درد میں کمی آئی اور کام کاج میں بہتری۔

خود کشی کی جین

کینڈا کے رائل اوڈا اسپتال میں محققین نے دریافت کیا ہے کہ ایک مخصوص عصبی کیمیا کو کنٹرول کرنے والی جین میں ہوئی اچانک تبدیلی (Mutation) انسان میں خود کشی کے رجحان کے خطرے کو دو گنا کر دیتی ہے۔ اس جین سے کنٹرول ہونے والا ریسپتھر جو (5-HT2A) کے نام سے جانا جاتا ہے، دماغ میں

پیدا ہونے والے سیرٹونن (Serotonin) کے ذریعہ منتقل کرتا ہے جس کے نتیجے میں ہونے والے اثرات میں عصبی پیغامات کی مزاحمت یا انھیں دباننا شامل ہے۔

محققین نے ایک سو انیس تندرست افراد (جنہیں کسی قسم کی نفسیاتی الجھن نہیں تھی) کے خون کے نمونے ایک سو میں ایسے مریضوں سے ملائے جنہیں بڑی نفسیاتی بیماریاں تھیں اور جن میں سے 78 میں خود کشی کا رجحان واضح تھا۔ ڈی۔ این۔ اے تجزیہ سے اکتالیس فیصد خود کشی کے رجحان والے مریض، 24 فیصد ایسے مریض جن میں خود کشی کا رجحان نہیں تھا اور افادہ فیصد تندرست افراد کے ریسپتھر جین 5-HT2A میں جینی تغیر پایا گیا۔

ذہنی دباؤ (depression) میں رہنے والے افراد میں عورتوں کے مقابلے آدمیوں میں یہ متغیر جین زیادہ دیکھا گیا۔ حالانکہ ابھی اس تحقیق سے کوئی رائے قائم نہیں کی جاسکتی لیکن شاید یہ تحقیق مختلف نسل کے لوگوں میں خود کشی کی شرح کے فرق کی تشریح کر سکتی ہے۔

بھوک پر حملہ

مغربی ممالک میں موٹاپا ایک عام بیماری ہے۔ یورپ اور امریکہ میں موٹاپے پر قابو پانے کے لیے ایک تجرباتی تکنیک معدے کے پمپ میکر (Gastric Pacemaker) کے طبی تجربات شروع کیے گئے ہیں۔ ان تجربات میں pacemaker کو جراحی کے ذریعہ مریض کی جلد کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے اور اس کا تار معدہ کی دیوار میں داخل کیا جاتا ہے۔ اس pacemaker سے خارج ہونے والی برقی لہریں تار کے ذریعہ معدہ تک جاتی ہیں اور مریض کو پیٹ بھرا ہونے کا احساس دلاتی ہیں۔ اس طرح مریض کھانا کم کھاتا ہے اور نتیجتاً اس کا موٹاپا کم ہوتا جاتا ہے۔ اٹلی میں اس طرح کے ابتدائی تجربات کافی امید بخش ثابت ہوئے اور اب وہاں مزید سومریضوں پر اس طرح کے تجربات جاری ہیں۔ البتہ اس تکنیک کی دستیابی



اور منظوری میں ابھی کافی وقت لگ سکتا ہے۔

تین ماہ کے بچے کی پتلیوں کی پیوند کاری

برونئی کا تین ماہ کا ایک بچہ پتلیوں (کارنیا) کی پیوند کاری کروانے والا دنیا کا سب سے کم عمر کا مریض بن گیا ہے۔ نیشنل یونیورسٹی اسپتال کے ایک ترجمان نے یہ جانکاری دیتے ہوئے بتایا کہ محمد شیخ اختیار الدین ہمدان نام کے اس بچے کی آنکھیں پیدائش سے ہی سفید تھیں۔ یعنی ان میں پتلیاں نہیں تھیں۔ ماہرین کے مطابق ایسا بہت کم معاملوں میں ہوتا ہے۔ ان کے مطابق اس حالت کو سکلیروکارنیا کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس بچے کے لیے امریکہ کے ایک ایسے نوزائیدہ بچے نے اپنی پتلیاں عطیہ کیں جس کی پیدائش کے فوراً بعد موت ہو گئی تھی۔ محمد شیخ اختیار الدین ہمدان کے علاج کا پورا خرچ برونئی کی سرکار نے اٹھایا ہے۔ کیونکہ اس چھوٹے سے ملک میں اس طرح کی پیوند کاری کی سہولت مہیا نہیں ہے۔

تحقیق کرنے والے دنیا بھر میں فروخت ہونے والے انسٹنٹ نوڈلز کی کئی برانڈ کی جانچ کر لی اور پایا کہ ایک پیالہ نوڈلز میں 1700 ملی گرام نمک ہوتا ہے۔ ایک بالغ آدمی کو جتنا نمک دن میں کھانا چاہئے یہ اس کا 75 فیصد ہے اور 4 سے 7 سال کے بچے کو جتنا نمک لینا چاہئے یہ اس کے برابر ہے۔ ایک پیالہ نوڈلز میں 15 گرام چکنائی ہوتی ہے اتنی چکنائی ایک چاکلیٹ میں ایک چھوٹے چیس کے پیکٹ میں یا ایک چوتھائی پڑا میں ہوتی ہے۔ تحقیق کرنے والے نوڈلز کے کئی پیالے کھاتے ہیں تو وہ موٹاپے کی طرف مائل ہو سکتا ہے جبکہ نمک زیادہ کھانے سے دھماکہ، گردے میں پتھری یا دل کی بیماری کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ ہنگ کانگ کے سپر بازاروں میں انسٹنٹ نوڈلز سب سے زیادہ فروخت ہونے والی شے ہے۔ یہاں پچھلے سال 27 کروڑ نوڈلز درآمد کیے گئے تھے اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہاں کے 67 لاکھ باشندے اس سب سے زیادہ 30 پیالے نوڈلز ہر سال کھاتے ہیں۔

نوڈلز بچوں کی صحت کے لیے مضر

فوری طور پر تیار ہونے والے نوڈلز چکنائی اور نمک سے بھرپور ہوتے ہیں اور ان سے بچوں کی صحت بگڑ سکتی ہے۔ یہ بات ایک رپورٹ سے سامنے آئی ہے۔ چین کے مارننگ پوسٹ کے مطابق نوڈلز کے ایک پیالہ میں اتنی ہی چکنائی ہوتی ہے جتنی مٹھی بھر چھیس میں۔ ایک چوتھائی ہیزا میں یا ڈیڑھ چاکلیٹ میں اور اتنا نمک ہوتا ہے جتنا کہ بچوں کو پورے دن میں کھانا چاہئے۔ یہ رپورٹ آسٹریلیا کی ایک صافین تحقیق کی ہے۔

جواب پرندہ کوئز

- | | | |
|---------|---------|---------|
| 1) الف | 2) ب | 3) ج |
| 4) الف | 5) ب | 6) الف |
| 7) د | 8) ب | 9) د |
| 10) الف | 11) ب | 12) د |
| 13) ب | 14) الف | 15) الف |
| 16) د | 17) ج | 18) ب |

قومی اردو کونسل کی سائنسی اور تکنیکی مطبوعات

- | | |
|-------|--|
| 22/26 | 1. شمسی حسابہ برائے لہ۔ اے۔ شافی نرائن |
| | 2. لہ۔ لہ۔ سی۔ سید محمد علی |
| 11/28 | 3. فائنل سیر کے بنیادی اصول سید اقبال حسین رضوی |
| 15/28 | 4. چھوٹے طور پر مشکلات علی محمد علی۔ بھٹ |
| | 5. برائے لہ۔ اے۔ ایس۔ اے۔ ایل شیرانی |
| 12/28 | 6. خاص نظریہ اضافیت حبیب الحق انصاری |
| 12/28 | 7. دھرم چوکا اکیڈمی پبلیشرز اسلام آباد |
| 15/28 | 8. درست و قبول کرنا محمد رفیع انصاری |
| 11/50 | 9. سائنس کی باتیں اختر بیت لال |
| 27/50 | 10. سائنس کی کہانیاں سکندر سلف |
| | 11. (حصہ اول، دوم، سوم) ایس۔ الدین ملک |
| 9/28 | 12. علم کی پیدائش (حصہ اول، دوم، سوم) حرم سید بلال سجاد رضوی |
| 95/28 | 13. فلسفہ سائنس بلال سجاد رضوی |
| 11/50 | 14. فلسفہ سائنس بلال سجاد رضوی |

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، وزارت ترقی انسانی وسائل حکومت پاکستان، پوسٹ بک آفس، آر۔ کے۔ پورم۔ نئی دہلی۔ 110066
فون: 61033381-61033381-6108159

بقیہ : اداریہ

اگر ہم سمجھتے ہیں کہ اردو ہماری مذہبی اور تہذیبی شناخت کے لیے لازم ہے تو ہمیں اردو پڑھنی اور پڑھانی ہوگی تاکہ ہماری نئی نسلوں کا تعلق اس بیش قیمت سرمایے سے قائم رہے جو اگرچہ لائبریریوں میں بند پڑا ہے، پھر بھی کم از کم موجود ہے اور صاحب توفیق کی دسترس سے باہر نہیں ہے۔ ہمیں اردو کی شناخت و پہچان بھی بدلنا ہوگی۔ اسے محض درباری لوٹو کی پیکر سے نکال کر علم و آگہی کی زبان بنانا ہوگا۔ جدید علوم کے فروغ و ترسیل کی زبان بنانا ہوگا۔ ماہنامہ ”سائنس“ اسی سمت میں ایک نیا اور پیاہلہ ناکافی کوشش ہے۔ ایسی کادشیں علم کے ہر میدان میں شروع کرنا ہوں گی۔ علوم کی زبان بنانا صرف اردو کے خزانوں میں وسعت پیدا کی جائے گی بلکہ اس کو نئی نسل کے لیے بھی پُرکشش بنایا جائے گا۔ ساتھ ہی ہم سب کی بھی یہ کوشش ہونی چاہئے کہ ہم اپنی اردو دانی اور واقفیت میں مسلسل اضافہ کرتے رہیں۔ آج بے حد آسان اور عام فہم اردو لکھنے کے باوجود میرے پاس اس قسم کے فکاہی خطوط آتے ہیں کہ آپ کے بچے کی زبان سخت ہے اسے مزید آسان کریں۔ اگرچہ ہماری پوری کوشش رہتی ہے اور ہے گی کہ ہم عام بول چال کی زبان میں معلومات قاری تک پہنچائیں تاہم قاری کا بھی تو یہ فرض ہے کہ وہ نئے الفاظ سے ملاقات ہونے پر ان کو سمجھے، ان کے معنی و استعمال سے واقف ہو تاکہ اس کی زبان دانی میں بھی سدھار آئے۔ آخر ہم اپنی زبان دانی کو کیوں محدود کرنا چاہتے ہیں؟ الفاظ سے کیوں گریز کرتے ہیں، نئی چیزیں سمجھنے کی دلچسپی کیوں ختم ہو گئی ہے۔ کیا ہمارا علم مکمل ہو گیا کہ اب اس میں اضافہ نہیں ہو سکتا؟ ذرا غور فرمائیں اور اپنا کچھ قیمتی وقت علمی اضافے کے لیے بھی مخصوص کریں۔ زبان میں آپ کی دلچسپی آپ کی نئی نسل کے لیے بھی حوصلہ افزا ہوگی۔ ●

اساتذہ و پرنسپل صاحبان توجہ دیں!

اگر آپ کے اسکول نے سائنسی تعلیم کے میدان میں نمایاں کارنامے انجام دیئے ہیں یا آپ نے سائنسی کی تعلیم کا ایسا موثر انتظام کر رکھا ہے جو مفید ثابت ہو رہا ہے، یا اگر آپ کے یہاں اس مد میں کوئی نیا تجربہ یا جدت ہوئی ہے، تو اپنی روداد تفصیل کے ساتھ ہمیں بھیجئے ہم اسے شائع کریں گے۔ تاکہ دیگر ادارے بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔

سائنسی تعلیم کے معاملے میں اگر آپ کو دشواریاں پیش آ رہی ہوں تو ہمیں لکھئے ہم ماہرین کی مدد سے ان کو حل کرنے کی کوشش کریں گے۔



پیٹ کی جلن،
قبض اور تیزابی
گیس کے لیے

گیسوونا GASOONA

یونانی دوا لیجنے: قبض، پیٹ میں جلن، سینہ میں جلن دل کے آس پاس درد محسوس ہونا، سانس لینے میں تکلیف یہ سب آثار بڑھتی ہوئی تیزابی گیس کے ہوتے ہیں، جو نہ صرف خون کے دباؤ کو بڑھاتی ہے بلکہ دودل و دماغ پر بھی گہرا اثر کرتی ہے۔ گیسوونا ایک یونانی دوا ہے، جو معدہ اور آنتوں کے امراض کو دور اور خون کو صاف کرتی ہے۔ یہ دوا ہر عمر میں لی جاسکتی ہے۔

یونانی پرائیکٹس 1036-B

مدرسہ حسین بخش، جامع مسجد دہلی-6

خریداری / تحفہ فارم

اردو سائنس ماہنامہ

میں ” اردو سائنس ماہنامہ “ کا خریدار بننا چاہتا ہوں / اپنے عزیز کو پورے سال بطور تحفہ بھیجنا چاہتا ہوں / خریداری کی تجدید کرنا چاہتا ہوں (خریداری نمبر.....) اور سالے کا زر سالانہ بذریعہ منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ روانہ کر رہا ہوں۔
رسالے کو درج ذیل پتے پر بذریعہ سادہ ڈاک / رجسٹری ارسال کریں:

نام.....

پتہ.....

پین کوڈ.....

نوٹ:

1۔ رسالہ رجسٹری ڈاک سے منگوانے کے لیے زر سالانہ = 360/- روپے اور سادہ ڈاک سے = 150/- روپے (انفرادی) نیز = 160/- روپے (اداریاتی و برائے لائبریری) ہے۔

2۔ آپ کے زر سالانہ روانہ کرنے فوراً سے رسالہ جاری ہونے میں تقریباً چار ہفتے لگتے ہیں۔ اس مدت کے گزر جانے کے بعد ہی بددہلی کریں۔

3۔ چیک یا ڈرافٹ پر صرف ”URDU SCIENCE MONTHLY“ ہی لکھیں۔ دہلی سے باہر کے چیکوں پر = 15/- روپے بطور بینک کمیشن بھیجیں۔

پتہ : 665/12 ذاکر نگر، نئی دہلی، 110025

شرح اشتہارات

ہمارے سرپرست

مندرجہ ذیل حضرات نے ماہنامہ ”سائنس“ کی سرپرستی قبول کر کے اس علمی تحریک کو تقویت عطا کی ہے۔ جزاء کم اللہ خیراً کثیراً۔

عمل منہ	1800/-	روپے
نصف منہ	1200/-	روپے
چوتھائی منہ	900/-	روپے
دوسرا تیسرا کور (بلیک اینڈ وائٹ)	5,000/-	روپے
اینسا (ملٹی کلر)	10,000/-	روپے
پشت کور (ملٹی کلر)	15,000/-	روپے
اینسا (دو کلر)	12,000/-	روپے

چھ اندراجات کا آرڈر دینے پر ایک اشتہار مفت حاصل کیجئے۔
کیوں پر اشتہارات کا کام کرنے والے حضرات رابطہ قائم کریں۔

- 1۔ ڈاکٹر عبدالکریم خانک،
نیوٹنگ ٹریسٹی، رحمانی فاؤنڈیشن، ممبئی
- 2۔ جناب عبدالرزاق الاند،
ممبئی
- 3۔ جناب محمود حسن صاحب
نئی دہلی
- 3۔ ڈاکٹر عبد المعز شمس
مکہ مکرمہ، سعودی عرب
- 5۔ ڈاکٹر سید طارق... نئی دہلی

معذرت : گزشتہ شمارے میں جناب عبدالرزاق الانا کا پتہ غلط شائع ہو گیا تھا جس کے لیے ادارہ معذرت خواہ ہے۔

110025 665/12 ذاکر نگر، نئی دہلی۔
ایڈیٹر سائنس پوسٹ باکس نمبر: 9764
جامعہ نگر نئی دہلی۔ 110025

ترسیل زر و خط و کتابت کا پتہ :
پتہ برائے عام خط و کتابت :

سائنس کلب کوپن

نام _____
 مشغلہ _____
 کلاس / تعلیمی ایات _____
 اسکول / ادارے کا نام و پتہ _____

پن کوڈ _____ فون نمبر _____
 گھر کا پتہ _____
 پن کوڈ _____
 تاریخ پیدائش _____
 دلچسپی کے سائنسی مضامین / موضوعات _____

مستقبل کا خواب _____
 دستخط _____
 تاریخ _____

(اگر کوپن میں جگہ کم ہو تو الگ کاغذ پر مطلوبہ معلومات
 بھیج سکتے ہیں۔ کوپن صاف اور خوشخط بھریں۔ سائنس
 کلب کی خط و کتابت 665/12 ڈاک نمبر نئی دہلی
 110025 کے پتے پر کریں۔ یہ خط پوسٹ باکس کے
 پتے پر نہ بھیجیں)

کاوش کوپن

نام _____ عمر _____
 کلاس _____ سیکشن _____
 اسکول کا نام و پتہ _____
 پن کوڈ _____
 گھر کا پتہ _____
 پن کوڈ _____
 تاریخ _____

سوال جواب

نام _____ عمر _____
 معلم _____ مشغلہ _____
 مکمل پتہ _____
 پن کوڈ _____
 تاریخ _____

● رسالے میں شائع شدہ تحریروں کو بغیر حوالہ نقل کرنا ممنوع ہے۔

● قانونی چارہ جوئی صرف دہلی کی عدالتوں میں کی جائے گی۔

● رسالے میں شائع شدہ مضامین میں حقائق و اعداد کی صحت کی بنیادی ذمہ داری مصنف کی ہے۔

اوزر، پرنٹر، پبلشر شاہین نے کلاسیکل پرنٹرس 243 چاؤڑی بازار دہلی سے چھپوا کر 665/12 ڈاک نمبر
 نئی دہلی 110025 سے شائع کیا۔ بانی و مدیر اعزازی: ڈاکٹر محمد اسلم پرویز

سینٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن

61-65 انسٹی ٹیوٹنل ایریا

جنگ پوری، نئی دہلی۔ 110058

نمبر شمار	کتاب کا نام	قیمت	نمبر شمار	کتاب کا نام	قیمت
151.00	29- کتاب الحادی۔ V (اردو)			اسے پنڈت کب آف کاسن ریسٹریٹ ان یونانی سسٹم آف میڈیسن	
360.00	30- المعالجات البقراطیہ۔ I (اردو)	19.00	1- انعکاش		
270.00	31- المعالجات البقراطیہ۔ II (اردو)	13.00	2- اردو		
240.00	32- المعالجات البقراطیہ۔ III (اردو)	36.00	3- ہندی		
131.00	33- عیون الانبانی طبقات الاطباء۔ I (اردو)	16.00	4- پنجابی		
143.00	34- عیون الانبانی طبقات الاطباء۔ II (اردو)	8.00	5- تامل		
109.00	35- رسالہ جودیہ (اردو)	9.00	6- ملیالم		
34.00	36- فزیکو کیمیکل اسٹینڈرڈس آف یونانی فارموشنز۔ I (انگریزی)	34.00	7- کنڑ		
50.00	37- فزیکو کیمیکل اسٹینڈرڈس آف یونانی فارموشنز۔ II (انگریزی)	34.00	8- اڑیہ		
107.00	38- فزیکو کیمیکل اسٹینڈرڈس آف یونانی فارموشنز۔ III (انگریزی)	44.00	9- سکراتی		
	39- اسٹینڈرڈ انٹرنیشنل آف سٹینڈرڈ ڈرگس آف	44.00	10- عربی		
86.00	یونانی میڈیسن۔ I (انگریزی)	19.00	11- بنگالی		
	40- اسٹینڈرڈ انٹرنیشنل آف سٹینڈرڈ ڈرگس آف	71.00	12- کتاب الجامع لمفردات الادویہ والاغذیہ۔ I (اردو)		
129.00	یونانی میڈیسن۔ II (انگریزی)	86.00	13- کتاب الجامع لمفردات الادویہ والاغذیہ۔ II (اردو)		
	41- اسٹینڈرڈ انٹرنیشنل آف سٹینڈرڈ ڈرگس آف	275.00	14- کتاب الجامع لمفردات الادویہ والاغذیہ۔ III (اردو)		
188.00	یونانی میڈیسن۔ III (انگریزی)	205.00	15- امراض قلب (اردو)		
340.00	42- کیمسٹری آف میڈیسیل پلانٹس۔ I (انگریزی)	150.00	16- امراض ریه (اردو)		
	43- دی کنسٹیٹیوٹ آف ڈرگ کنٹرول ان یونانی میڈیسن	07.00	17- آئینہ سرگزشت (اردو)		
131.00	(انگریزی)	57.00	18- کتاب القندہ فی الجراحت۔ I (اردو)		
	44- کٹری بیوشن ٹوڈی یونانی میڈیسیل پلانٹس فرام ہر جہ آرکوت	93.00	19- کتاب القندہ فی الجراحت۔ II (اردو)		
143.00	ڈسٹرکٹ تامل ناڈو (انگریزی)	71.00	20- کتاب الکلیات (اردو)		
26.00	45- میڈیسیل پلانٹس آف گوالیار فورسٹ ڈویژن (انگریزی)	107.00	21- کتاب الکلیات (عربی)		
	46- کٹری بیوشن ٹوڈی یونانی میڈیسیل پلانٹس آف ملی گڑھ	169.00	22- کتاب المنصوروی (اردو)		
11.00	(انگریزی)	13.00	23- کتاب الادبال (اردو)		
71.00	47- حکیم اصل خاں۔ دی وریناگل جھنس (جلد 1، انگریزی)	50.00	24- کتاب التھیر (اردو)		
57.00	48- حکیم اصل خاں۔ دی وریناگل جھنس (جلد 2، انگریزی)	195.00	25- کتاب الحادی۔ I (اردو)		
05.00	49- حکیم اصل خاں۔ دی وریناگل جھنس (انگریزی)	190.00	26- کتاب الحادی۔ II (اردو)		
04.00	50- حکیم اصل خاں۔ دی وریناگل جھنس (انگریزی)	180.00	27- کتاب الحادی۔ III (اردو)		
164.00	51- میڈیسیل پلانٹس آف آندھرا پردیش (انگریزی)	143.00	28- کتاب الحادی۔ IV (اردو)		

ڈاک سے منگوانے کے لیے اپنے گروڈر کے ساتھ کتابوں کی قیمت بذریعہ بینک ڈرافٹ، جوائنڈر کنری۔ سی۔ آر۔ ایم۔ نئی دہلی کے نام یا ہوشی
روانہ فرمائیں۔ ----- 100/00 سے کم کی کتابوں پر محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔

کتابیں مندرجہ ذیل پتہ سے حاصل کی جاسکتی ہیں :

سینٹرل کونسل فار ریسرچ ان یونانی میڈیسن 61-65 انسٹی ٹیوٹنل ایریا، جنگ پوری، نئی دہلی۔ 110058 فون : 5599-831, 852, 862, 883, 897